سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات2015

سوموار،22۔جون2015

(یوم الاثنین،4۔رمضان المبارک1436ھ)

سولھویں اسمبلی:پندرھواں اجلاس

جلد 15:شمارہ 9

655

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

سوموار،22۔ جون 2015 کو 2:00 بجے دوپہر اور منگل 23۔ جون 2015 کو 10:00 بجے صبح منعقد ہونے والے اسمبلی کے اجلاسوں کی فہرست کارروائی

تلاوت قرآن پاک وترجمہ اور نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ گوشوارہ بابت سال 16-2015

مطالبات زر برائے سال 16-2015 پر بحث اور رائے شماری

مطالبہ نمبر PC-21001	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 76 لاکھ 33 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مدافیون برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 1 تا 9 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21002	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4۔ ارب 24 کروڑ 71 لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 11 تا 46 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21003	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 8 کروڑ 67 لاکھ 72 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آبکاری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 47 تا 62 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر		
مطالبہ نمبر PC-21004	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو64کروڑ9لاکھ 55 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔ جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ٹکٹ یا اسٹام برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال16-2015 جلد اول کے صفحات 63تا73 ملاحظہ فرمائیں۔

656

مطالبہ نمبر PC-21005	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو2۔ارب 34 کروڑ8لاکھ 93 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 75 تا 97 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21006	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو7کروڑ61لاکھ 18 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد رجسٹریشن برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات99 تا 111 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21007	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو12کروڑ79لاکھ 88ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے قانون موٹر گاڑیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات113 تا127 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21008	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو85کروڑ74لاکھ 37ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد دیگر ٹیکس و محصولات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات129 تا 152 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21009	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو15۔ارب 46کروڑ 76	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے

	لاکھ 51 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد آبپاشی و بحالی اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔	صفحات 153 تا 303 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21010	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 26۔ ارب 93 کروڑ 46 لاکھ 5 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد انتظام عمومی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 321 تا 831 ملاحظہ فرمائیں۔

657

مطالبہ نمبر PC-21011	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 12۔ ارب، 74 کروڑ 48 لاکھ 23 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد نظام عدل برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 833 تا 899 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21012	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 7۔ ارب 52 کروڑ 41 لاکھ 33 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد اخراجات برائے جیل خانہ جات و سزا یافتگان کی بستیاں برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 901 تا 941 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21013	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 87۔ ارب 8 کروڑ 53 لاکھ 47 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔ جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 943 تا 1035 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 14 کروڑ 43 لاکھ 70 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے

PC-21014

30۔جون2016کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عجائب گھر برداشت کرنے پڑیں گے۔

صفحات1037 تا1051 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21015

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو56۔ارب33 کروڑ72 لاکھ25ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات1053 تا1313 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21016

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو63۔ارب6کروڑ11لاکھ 65ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد خدمات صحت برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015جلد دوم کے صفحات1315 تا1691 ملاحظہ فرمائیں۔

658

مطالبہ نمبر PC-21017

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو12۔ارب59کروڑ 53لاکھ73ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2016کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صحت عامہ برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات1693 تا1745 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21018

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو8۔ارب،27کروڑ،74 لاکھ،65ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زراعت برداشت کرنے پڑیں گے۔

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015جلد دوم کے صفحات1747 تا1873 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21019

ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو61کروڑ76لاکھ81ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2016کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوادیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ماہی

تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات1875 تا1893 ملاحظہ فرمائیں۔

پروری برداشت کرنے پڑیں گے۔

مطالبہ نمبر PC-21020	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 4۔ارب 32کروڑ 96لاکھ 70ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ویٹرنری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 1895 تا 2014 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21021	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 18کروڑ 51لاکھ 43ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2015 تا 2039 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21022	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 7۔ارب 24کروڑ 82ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صنعت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2041 تا 2110 ملاحظہ فرمائیں۔

659

مطالبہ نمبر PC-21023	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2۔ارب 76کروڑ 69لاکھ 35ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرق محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2111 تا 2225 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21024	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3۔ارب 94کروڑ 20لاکھ ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سول ورکس برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2227 تا 2275 ملاحظہ فرمائیں۔

مطالبہ نمبر PC-21025	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو7۔ارب32کروڑ27لاکھ 61ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات 2277 تا2335ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21026	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو34کروڑ20لاکھ47ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد محکمہ ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات 2337 تا2353ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21027	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک۔ارب49کروڑ 18لاکھ 81ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ریلیف برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات2355 تا2368 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21028	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جوایک کھرب4۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون 2016کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پنشن برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات2375 تا2380 ملاحظہ فرمائیں۔

660

مطالبہ نمبر PC-21029	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو21کروڑ71لاکھ65ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سٹیشنری اینڈ پرنٹنگ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات 2381تا2405ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21030	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو23۔ارب54کروڑ58لاکھ،	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے

	54ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سبسڈیز برداشت کرنے پڑیں گے۔	صفحات 2407 تا 2412 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21031	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2- کھرب 79- ارب 27 کروڑ 6 لاکھ 16 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2413 تا 2559 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-21032	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 6 کروڑ 45 لاکھ 44 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2015 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2561 تا 2577 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13033	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک کھرب 23- ارب 28 کروڑ 78 لاکھ 47 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد غلے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2579 تا 2599 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13034	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 3 کروڑ 67 لاکھ 10 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد میڈیکل سٹورز اور کوئلے کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2601 تا 2612 ملاحظہ فرمائیں۔

661

مطالبہ نمبر PC-13035	**ایک وزیر** یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو ایک ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30- جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 2015-16 جلد دوم کے صفحات 2613 تا 2617 ملاحظہ

	اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے سرکاری ملازمین برداشت کرنے پڑیں گے۔	فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-13050	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 6۔ارب روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرمایہ کاری برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات 2641 تا 2645 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-22036	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 2 کھرب 20۔ارب 71 کروڑ 54 لاکھ 67 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد اول کے صفحات 1 تا 1053 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12037	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 48۔ارب 68 کروڑ 14 لاکھ 93 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30 جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال-2015 16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد تعمیرات آبپاشی برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات 1 تا 58 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12038	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 5 کروڑ 81 لاکھ 50 ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد زرعی ترقی و تحقیق برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات 59 تا 62 ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12040	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو 50 کروڑ روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال 16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ٹاؤن ڈویلپمنٹ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات 63 تا 67 ملاحظہ فرمائیں۔

662

مطالبہ نمبر PC-12041	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو69۔ارب49کروڑ17لاکھ 7ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون 2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شاہرات وپل برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات69 تا274ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12042	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو60۔ارب55کروڑ31 لاکھ83ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015جلد دوم کے صفحات275تا 644ملاحظہ فرمائیں۔
مطالبہ نمبر PC-12043	ایک وزیر یہ تحریک پیش کریں گے کہ ایک رقم جو11۔ارب35کروڑ5لاکھ 90ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو 30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جات برائے میونسپلیٹیز/ خود مختار ادارہ جات وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے۔	تفصیلی گوشوارہ مطالبات زر برائے سال 16-2015 جلد دوم کے صفحات645 تا658ملاحظہ فرمائیں۔

663

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا پندرھواں اجلاس

سوموار، 22۔ جون 2015

(یوم الاثنین، 4۔ رمضان المبارک 1436ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں دوپہر 2 بج کر 50 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری سید صداقت علی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِo

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ ۙ﴿۱﴾ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ ۙ﴿۲﴾ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ ۙ﴿۳﴾
لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ۖ﴿۴﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ
سٰفِلِيۡنَ ۙ﴿۵﴾ اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ
اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿۶﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعۡدُ بِالدِّيۡنِ ؕ﴿۷﴾ اَلَيۡسَ اللّٰهُ
بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿۸﴾

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ
وَرَبُّكَ الۡاَكۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِىۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ يَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾

سورۃ التِّین آیات 1 تا 8، سورۃ العَلق آیات 1 تا 5

انجیر کی قسم اور زیتون کی (1) اور طور سینین کی (2) اور اس امن والے شہر کی (3) کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے (4) پھر (رفتہ رفتہ) اس (کی حالت) کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا (5) مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کے لئے بے انتہا اجر ہے (6) تو (اے آدم زاد) پھر تو جزا کے دن کو کیوں جھٹلاتا ہے؟ (7) کیا اللہ سب سے بڑا حاکم نہیں ہے؟ (8)

(اے محمدؐ) اپنے پروردگار کا نام لے کر پڑھو جس نے (عالم کو) پیدا کیا (1) جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا (2) پڑھو اور تمہارا پروردگار بڑا کریم ہے (3) جس نے قلم کے ذریعے سے علم سکھایا (4) اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جس کا اس کو علم نہ تھا (5)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسولِ مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسولِ مقبول ﷺ

یہ دنیا اک سمندر ہے مگر ساحل مدینہ ہے
ہر اک موج بلا کی راہ میں حائل مدینہ ہے
زمانہ دھوپ ہے اور چھاؤں ہے بس ایک بستی میں
یہ دنیا جل کے بجھ جاتی مگر شامل مدینہ ہے
مدینے کے مسافر تجھ پہ میرے جان و دل قربان
تری آنکھیں بتاتی ہیں تری منزل مدینہ ہے
شرف مجھ کو بھی حاصل ہے محمد کی غلامی کا
وہ میرے دل میں رہتے ہیں میرا بھی دل مدینہ ہے

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔آج کی کارروائی کا آغاز کرتے ہیں۔آج تحریک استحقاق بھی ہے اور تحاریک التوائے کار بھی ہیں۔اس کے بعد سرکاری کارروائی گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 2015-16 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری ہو گی۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، قائد حزب اختلاف!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! ملک میں شدید قسم کی لوڈشیڈنگ ہے جس کی وجہ سے سینکڑوں لوگ جاں بحق ہو چکے ہیں۔پاکستان کی 67 سالہ تاریخ میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ بجلی کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے اتنے بڑے پیمانے پر اموات ہوئی ہوں۔آج صورتحال یہ ہے کہ وفاقی حکومت کی بار بار یقین دہانیوں اور اعلانات کے باوجود سحری اور افطاری کے موقع پر اور وقفے وقفے سے جو غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے اس سے پورے ملک کے طول و عرض میں بالخصوص پنجاب کے دیہی اور شہری علاقوں میں یہ لوڈشیڈنگ عذاب کی طرح طاری ہو گئی ہے۔اس سے لوگ بلک رہے ہیں، مسجدوں میں صبح کے وقت پانی نہیں تھا اور بجلی نہ ہونے کی وجہ سے حالات انتہائی دگرگوں ہیں۔اس حوالے سے ہم نے ایک قرارداد جمع کروائی ہے اس میں ڈاکٹر سید وسیم اختر بھی میرے ساتھ ہیں۔لوڈشیڈنگ کی وجہ سے جو ہلاکتیں ہوئی ہیں ان پر ہم نے اظہار افسوس کیا ہے اور ان کے لواحقین سے اظہار ہمدردی کی ہے۔ ہم نے مرکزی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ کم از کم رمضان المبارک میں جو آپ نے لوڈشیڈنگ کا شیڈول دیا ہے اس سے ہٹ کر غیر اعلانیہ لوڈشیڈنگ فی الفور بند کی جائے اور بجلی کی ترسیل کو یقینی بنایا جائے۔میری آپ سے استدعا ہے کہ اس قرارداد کو out of turn لے لیں۔

جناب سپیکر: گزارش یہ ہے کہ لاء منسٹر صاحب ذرا تشریف لے آئیں، اتنی دیر ہم دوسرا کام کرتے ہیں جب وہ آ جائیں گے پھر ہم اس کو دیکھتے ہیں۔

تعزیت

بجلی کی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے ہلاک ہونے والوں کے لئے دعائے مغفرت

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! جو اتنی ساری ہلاکتیں ہوئی ہیں ان کے لئے دعائے مغفرت کر لی جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے آپ دعا کرا دیں۔

(اس مرحلہ پر لوڈ شیڈنگ سے ہلاک ہونے والوں
کے لئے دعائے مغفرت کی گئی)

یہ تحریک استحقاق جناب امجد علی جاوید صاحب کی ہے۔امجد علی جاوید صاحب! میرا خیال ہے کہ پہلے لاء منسٹر صاحب کو آ لینے دیں تو یہ آپ کے لئے بھی بہتر رہے گا۔

جناب امجد علی جاوید: جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب ہم تحاریک التوائے کار لیتے ہیں۔یہ تحریک التوائے کار نمبر161 ہے۔

جناب آصف محمود: جناب سپیکر! ہم اپنا سیشن بھی لاء منسٹر صاحب کے آنے پر ہی شروع کرتے۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔یہ اُن سے متعلقہ باتیں ہیں سیشن کے لئے تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں جو آپ کی بات سن رہے ہیں اور میں بھی سن رہا ہوں۔ یہ تحریک التوائے کار میاں نصیر احمد کی ہے اس کا نمبر 161 ہے،اس تحریک التوائے کار کا جواب آنا تھا۔

جام پور (راجن پور) میں محکمہ انہار کی کروڑوں روپے کی اراضی پر بااثر افراد کا قبضہ (۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور(جناب نذر حسین): جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار encroachment ہٹانے کے لئے تھی اور موقع پر کارروائی کرنی تھی۔آج بھی ڈیپارٹمنٹ والے آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ ہم encroachment ہٹانے کے لئے کارروائی کر رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ اس کو چند دن کے لئے pending کر دیں انشاء اللہ کارروائی مکمل ہو جائے گی۔

جناب سپیکر: یہ تحریک التوائے کار پہلے بھی pending ہوئی تھی، جب اجلاس مکمل ہو جائے گا کیا پھر کارروائی مکمل ہو گی؟ گوندل صاحب! یہ ایسے نہیں ہونا چاہئے۔ مستقبل میں آپ careful رہیں۔ One should be very careful. یہ آخری بار ہے اس کے بعد اس تحریک التوائے کار کو pending نہیں کیا جائے گا آپ اس کا جواب positive لیں گے اور مجھے بتائیں گے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر196 امجد علی جاوید صاحب کی ہے۔اس تحریک التوائے کار کا کیا کرنا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کو بھی pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: چلیں، اس تحریک التوائے کار کو pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 216/15 چودھری عامر سلطان چیمہ صاحب کی ہے۔ اس تحریک التوائے کار کا جواب آنا تھا۔

پنجاب آرٹس کونسل میں گھپلوں کا انکشاف

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): شکریہ۔ جناب سپیکر! فنانس ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ آف پنجاب کی طرف سے گزشتہ تین سالوں میں جو امدادی گرانٹ دی گئی ہے اس کا زیادہ تر حصہ ملازموں کی تنخواہوں پر مشتمل ہے جبکہ بقایا بہت کم رقم متفرق اخراجات کے لئے ہے۔ تمام ملازموں کی تنخواہ مع الاؤنسز ماہانہ بنیادوں پر ان کے بنک اکاؤنٹس میں ٹرانسفر ہوتے ہیں جبکہ کیش پر کوئی لین دین نہیں ہوتا لہذا تنخواہ میں سے خورد بُرد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سال 12-2011 سے گزشتہ تین سالوں میں جو رقم امدادی گرانٹ کے ذریعے پنجاب آرٹ کونسل کو ثقافتی سرگرمیوں کے لئے ملی ہے اس میں کچھ رقم ڈویژنل آرٹ کونسل کو منتقل کر دی گئی ہے اور بقایا جو رقم پنجاب آرٹ کونسل نے خرچ کی ہے۔ اس تمام کا حساب اس وقت موجود ہے۔ کلچر پنجاب کونسل آف دی آرٹ کی رقاصاؤں، سازندوں اور گلوکاروں پر مشتمل ایک گروپ ہے جو کہ ملکی اور بین الاقوامی سطح پر پرفارم کر چکا ہے۔ فنانس ڈیپارٹمنٹ ہر سال اس کی درست طور پر monitoring کرتا ہے اور ماہانہ بنیادوں پر منظور شدہ نرخوں پر ان کی تنخواہوں کے طور پر بنک اکاؤنٹس میں ان کی تنخواہیں جمع کرائی جاتی ہیں۔ یہاں اس امر کی نشاندہی کرنا ضروری ہے کہ کلچر گروپ کے ممبران کو ماہانہ بنیادوں پر دیا جانے والا اعزازیہ مہنگائی کے تناسب سے بہت کم ہے۔ پنجاب آرٹ کونسل کے ملازمین کو پنشن کی سہولت میسر نہ ہے جبکہ ملازموں کے پنجاب آرٹ کونسل سے 1992 CP fund regulation کے تحت ان کو Contribution Provident Fund قائم کیا گیا ہے جو کہ ریٹائرمنٹ کے بعد ملازموں کو یکمشت ادا کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 236/15 میاں طارق محمود صاحب کی طرف سے ہے۔ اس تحریک التوائے کار کا جواب آگیا ہے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کا جواب نہیں آیا استدعا ہے کہ اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، اس تحریک التوائے کار کو next week تک کے لئے pending کیا جاتا ہے۔ اگلی تحریک التوائے کار نمبر 239/15 جناب احسن ریاض فتیانہ صاحب کی ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! اس تحریک التوائے کار کا جواب ایک ٹی ایم اے کی طرف سے آیا ہے لیکن اس کے ساتھ پبلک ہیلتھ انجینئرنگ سے بھی مفصّل جواب چاہئے اس لئے اس تحریک التوائے کار کو بھی pending فرمادیں کیونکہ جواب صرف ایک ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے آیا ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، یہ دیکھیں کہ کتنے دن ہوگئے ہیں؟ یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! ایک موقع دے دیں۔ انشاء اللہ جواب منگوا لیتے ہیں۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! یہ تحریک التوائے کار کئی دفعہ pending ہو چکی ہے۔ یہ کوئی پہلی دفعہ pending نہیں ہوئی۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی، اس تحریک التوائے کار کو کل تک pending کر دیتے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! نہیں، کل تک تو مشکل ہے۔

جناب سپیکر: نہیں۔ پھر یہ ٹھیک نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور (جناب نذر حسین): جناب سپیکر! آپ دو دن دے دیں انشاء اللہ جواب منگوا لیتے ہیں۔

جناب سپیکر:اگر دو دن کے بعد اس میں کوئی آڑ آئے گی تو آپ کو اس کا جواب دینا پڑے گا۔اگلی تحریک التوائے کار نمبر 15/246 شیخ علاؤالدین صاحب کی ہے۔اس تحریک التوائے کار کا جواب آنا تھا۔

ملک میں گردوں اور جگر کی بیماریوں میں مسلسل اضافہ

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور(جناب نذر حسین):جناب سپیکر!اس ضمن میں عرض ہے کہ ملک میں گردوں اور جگر کے امراض میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ان امراض کے پھیلاؤ میں بہت سے عوامل شامل ہیں جن پر قابو پانے کے لئے حکومت پنجاب انتہائی تندہی سے کام کر رہی ہے۔ ان امراض کی تعداد میں اضافہ کی ایک بڑی وجہ آبادی کی شرح میں تیزی سے اضافہ ہے جو کہ نہ صرف resources کی کمی کے باعث بڑھ رہا ہے بلکہ ان دونوں امراض سمیت دیگر مہلک بیماریوں کی شرح میں اضافہ کا سبب ہے۔ محکمہ صحت ان امراض کی روک تھام کے لئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لا رہا ہے اور PKLI کے نام سے جدید سہولتوں سے مزین ہسپتال کی تعمیر شروع کر دی گئی ہے مزید برآں شیخ زید ہسپتال لاہور میں جگر کی بیماریوں اور پیوندکاریوں سے متعلق جدید سنٹر نے پہلے ہی کام شروع کر رکھا ہے۔ جہاں کامیابی سے جگر کے تمام امراض کا شافی علاج موجود ہے اور جگر کی پیوندکاری کے کامیاب آپریشن بھی ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ صوبہ بھر کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں خصوصاً تدریسی ہسپتالوں میں ان امراض اور دیگر مہلک امراض کی تشخیص اور بعد ازاں مکمل علاج معالجہ تمام سہولتیں موجود ہیں اور ہزاروں مریضوں کے لئے باعث شفاء ہیں۔ جہاں تک میو ہسپتال لاہور کے KEMU سے جدا ہونے کا تعلق ہے یہ عرض ہے کہ میو ہسپتال محکمہ صحت کا بڑا تدریسی ہسپتال ہے۔ KEMU کے پروفیسر اور دیگر تدریسی عملہ روزاول کی طرح میو ہسپتال میں علاج معالجہ کی سہولیات دینے کے ساتھ طلباء undergraduate اور PGR بھی تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر!مزید برآں محکمہ صحت نے ہسپتال کو فنڈز وغیرہ کی فراہمی میں تیزی کی وجہ سے اب یہ ہسپتال اپنے زیر التواء پراجیکٹس کی تکمیل کر رہا ہے۔ ان پراجیکٹس کے باعث ہسپتال کی کارکردگی میں نمایاں بہتری آجائے گی۔ کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی ایکٹ کے تحت ایک خودمختار یونیورسٹی کے طور پر قائم کیا گیا ہے۔اس ایکٹ کے تحت میو ہسپتال، کنگ ایڈورڈ میڈیکل یونیورسٹی کے دائرہ اختیار میں نہ آتا تھا تاہم تمام طلباء کی بہتری اور مریضوں کو بہتر طبی سہولیات پہنچانے کے لئے

میو ہسپتال کو محکمہ صحت کے تابع کر دیا گیا اور اس کا الحاق KEMU سے کیا گیا۔ ہسپتال میں KEMU کے پروفیسر حضرات مریضوں کا معائنہ کرتے ہیں اور طلباء کی تعلیم کا ذریعہ بھی ہیں۔

جناب سپیکر! جہاں تک لیڈی ولنگڈن اور لیڈی ایچی سن ہسپتالوں کی سپردگی کا تعلق ہے یہ ہسپتال KEMU کے ساتھ پہلے ہی الحاق کے لئے جا چکے ہیں۔ KEMU کو ان ہسپتالوں کو چلانے کے مکمل اختیارات دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! محکمہ صحت نے گردوں کی غیر قانونی پیوندکاری کے قبیح کاروبار روکنے کے لئے Human Organ Transplant Act 2012 کا اجراء کر دیا ہے جس کے تحت Punjab Human Organ Transplant Authority بھی قائم کی جا چکی ہے۔ مزید برآں تمام تدریسی ہسپتالوں میں گردے اور جگر کے امراض کے علاج کے لئے بھی ڈاکٹرز موجود ہیں۔

جناب سپیکر! غیر تصدیق شدہ، مضر صحت اور حرام جانوروں کے گوشت کی روک تھام اور مجرموں کے خلاف سخت کارروائی کے لئے حکومت پنجاب نے پنجاب فوڈ اتھارٹی قائم کر رکھی ہے جو کہ بطریق احسن اپنے فرائض سرانجام دے رہی ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! انہوں نے جو بہت لمبا چوڑا جواب پڑھا ہے آپ اس سے مطمئن ہیں؟

جناب سپیکر: جی، آپ جواب سنتے رہے ہیں اور وہ پڑھتے رہے ہیں۔ آپ کا لکھا ہوا ادھر آپ کو بھیج دیا گیا ہے۔ اگر اس کے باوجود آپ کی satisfaction نہیں ہوئی، جہاں آپ کو غلط لگے یا محکمے کی بات غلط نظر آتی ہے تو آپ اس کی نشاندہی کریں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ میری بات تو سنیں۔ میں نے تمام ہسپتالوں کے مختصراً حالات پیش کئے تھے۔ میں صرف پارلیمانی سیکرٹری صاحب سے ایک بات پوچھتا ہوں کہ باقی ساری باتیں چھوڑ دیں۔ انہوں نے ہسپتالوں کی اتنی rosy picture پیش کی کہ جیسے پتا نہیں کہ وہاں اتنے پھول برس رہے ہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ جو interferon injections کی جگہ ایک ایسی میڈیسن جس کی انہوں نے RND prices ختم کر کے صرف 2 ہزار روپے میں sanction کیا ہے وہ ہیپاٹائٹس سی سے متعلقہ ہے وہ کیوں نہیں مارکیٹ کر رہے؟ مجھے صرف اس کا جواب دے دیں کہ اس کو مارکیٹ کیوں نہیں کیا جا رہا تاکہ وہ چھ لاکھ روپے کی میڈیسن صرف لوگوں کو پندرہ یا سولہ ہزار روپے مل جائیں۔ یہ صرف اس کا جواب دے دیں باقی چلیں میں بھی مان لیتا ہوں۔ باقی جو ہسپتالوں کا حال ہے اللہ کسی کو ہسپتال نہ دکھائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور(جناب نذر حسین):جناب سپیکر!شیخ صاحب متعلقہ دوائی مجھے لکھ کر دے دیں۔انشاء اللہ آج ہی مارکیٹ اور محکمہ سے پتا کروا لیتے ہیں۔

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!مارکیٹ میں اگر یہ دوائی موجود ہو تو میں یہ بات ہی کیوں کروں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون و پارلیمانی امور(جناب نذر حسین):جناب سپیکر!میں عرض کرتا ہوں کہ یہ دوائی کا نام مجھے دے دیں،آج ہی پتا کروا کر صبح ان کو بتا دیں گے کہ اس دوائی کی مارکیٹنگ کیوں نہیں ہو رہی،اگر ہو رہی ہے تو یہ کتنی مقدار میں ہو رہی ہے اور اگر نہیں ہو رہی تو اس کی کیا وجہ ہے؟

شیخ علاؤالدین:جناب سپیکر!ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر:اس تحریک التوائے کار کو dispose of کیا جاتا ہے۔

سرکاری کارروائی

بحث

مطالبات زر برائے سال 16-2015 پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر:اب ہم گوشوارہ سالانہ بجٹ برائے سال 16-2015 کے مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری کا آغاز کرتے ہیں۔سال 16-2015 کے سالانہ بجٹ میں مطالبات زر کی تعداد 43 ہے۔حکومت اور اپوزیشن کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ ان 43 مطالبات زر میں سے چھ مطالبات زر میں حسب ذیل ترتیب سے کٹ موشنز پیش کی جائیں گی۔

1۔ پولیس
2۔ خدمات صحت
3۔ تعلیم
4۔ زراعت
5۔ عمومی انتظامات
6۔ آبپاشی و بحالی اراضی

جناب امجد علی جاوید:جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:آپ کو کیا ہوا ہے،آپ نے میری بات نہیں سنی؟

جناب امجد علی جاوید:جناب سپیکر!میری ایک تحریک استحقاق تھی۔

جناب سپیکر:مجھے پہلے پڑھ لینے دیں۔کٹ موشنز کے ذریعے مطالبات زر پر کارروائی آج شروع ہو کر کل بروز منگل مورخہ 23۔جون 2015 دوپہر ایک بجے تک جاری رہے گی۔باقی ماندہ مطالبات زر

پر کارروائی قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب مصدرہ 1997 کے قاعدہ(4)144 کے تحت guillotine کے اطلاق کے ذریعے براہ راست سوال کے ذریعے ہوگی۔سب سے پہلے ہم ایجوکیشن کو لے لیتے ہیں۔جناب امجد علی جاوید صاحب!

جناب امجد علی جاوید:جناب سپیکر!میری ایک تحریک استحقاق تھی؟

جناب سپیکر:اس معاملے میں آپ سے پہلے بھی بات ہوئی تھی۔

جناب امجد علی جاوید:جناب سپیکر!قواعد کے مطابق اسے priority پر آنا تھا۔

جناب سپیکر:آپ سے پہلے بات ہوئی تھی،آپ تشریف رکھیں۔سب سے پہلے ہم ایجوکیشن سے شروع کرتے ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال:جناب سپیکر!سب سے پہلے تو پولیس کا محکمہ تھا۔

جناب سپیکر:پولیس بھی آ جائے گی،ایجوکیشن کے بعد پولیس کو take up کر لیں گے۔وزیر تعلیم صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ہم ان سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔وزیر خزانہ مطالبہ زر PC-21015 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21015

وزیر خزانہ (ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا):میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ:

"ایک رقم جو56۔ارب33کروڑ72لاکھ25ہزار سے زیادہ نہ ہو،گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"تعلیم"برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر:یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو56۔ارب33کروڑ72لاکھ25ہزار سے زیادہ نہ ہو،گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال2015-16 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"تعلیم"برداشت کرنے پڑیں گے۔"

مطالبہ زر نمبر PC-21015 میں کٹوتی کی تحریک مندرجہ ذیل ممبران کی طرف سے موصول ہوئی ہے: میاں محمود الرشید، جناب محمد عارف عباسی، سید اعجاز حسین بخاری، جناب احمد خان بھچر، جناب محمد سبطین خان، میاں محمد اسلم اقبال، ڈاکٹر مراد راس، جناب احمد علی خان دریشک، محترمہ سعدیہ سہیل رانا، محترمہ راحیلہ انور، محترمہ ناہید نعیم، راجہ راشد حفیظ، جناب اعجاز خان، میاں ممتاز احمد مہاروی، جناب وحید اصغر ڈوگر، جناب خان محمد جہانزیب خان کھچی، سردار علی رضا خان دریشک، ملک تیمور مسعود، جناب آصف محمود، ڈاکٹر نوشین حامد، جناب خرم شہزاد، جناب مسعود شفقت، جناب ظہیر الدین خان علیزئی، جناب جاوید اختر، محترمہ نبیلہ حاکم علی خان، محترمہ شُنیلا رُوت، جناب محمد صدیق خان، ڈاکٹر صلاح الدین خان، جناب عبدالمجید خان نیازی، محترمہ نگہت انتصار، چودھری مونس الٰہی، جناب احمد شاہ کھگہ، سردار وقاص حسن موکل، ڈاکٹر محمد افضل، چودھری عامر سلطان چیمہ، محترمہ باسمہ چودھری، سردار محمد آصف نکئی، محترمہ خدیجہ عمر، قاضی احمد سعید، خواجہ محمد نظام المحمود، سردار شہاب الدین خان، رئیس ابراہیم خلیل احمد، مخدوم سید مرتضیٰ محمود، مخدوم سید اکبر علی محمود، میاں خرم جہانگیر وٹو، محترمہ فائزہ احمد ملک، ڈاکٹر سید وسیم اختر، جناب احسن ریاض فتیانہ۔

آپ میں سے کون move کرے گا؟

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں move کروں گا۔

Sir, I move that an amount…..

جناب سپیکر: اردو میں پڑھیں اور شروع سے پڑھیں "آئی" سے نہیں "میں" سے پڑھیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! کیا فرمایا ہے؟

جناب سپیکر: اردو میں پڑھیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں یہ move کرتا ہوں کہ 56۔ارب، 33کروڑ روپے۔۔۔

جناب سپیکر: اردو میں شروع کریں کہ میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

The amount 56 billion 33 crore 7.2 Million 25 thousand

کو کم کر کے۔۔۔

جناب سپیکر: اپنا موبائل فون بند کریں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میرے پاس تو موبائل فون نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ کی جیب میں کہیں ہے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میری جیب میں نہیں ہے، ویسے بھی میرا فون تو بند پڑا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ مہربانی کر کے اپنی cut motion کو repeat کر دیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! میں نے چونکہ کافی بولنا ہے اس لئے مجھ میں سے پہلے ہی بجلی نکل رہی ہے۔

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

"ایک رقم جو 56۔ارب 33 کروڑ 72 لاکھ 25 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبر PC-21015 تعلیم کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر! یہ اتنی ضروری بات نہیں ہے جتنی ضروری بات میں نے ابھی کرنی ہے۔

جناب سپیکر: آپ کون سی ترمیم کے متعلق کہہ رہے ہیں کہ اس کو ایک روپیہ کر دیا جائے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! ایجوکیشن کے متعلق بات کر رہا ہوں کہ اسے کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

"ایک رقم جو 56۔ارب 33 کروڑ 72 لاکھ 25 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC-21015 کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

جناب سپیکر: مجھے اب دہرانے دیں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! آپ دہرا دیں۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو 56۔ارب 33 کروڑ 72 لاکھ، 25 ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ نمبر PC-21015 کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

وزیر خزانہ (ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا): جناب سپیکر! میں اس کی مخالفت کرتی ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ڈاکٹر صاحب! اب آپ جو بحث کرنا چاہتے ہیں، کریں۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! بڑی مشکل سے باری آئی ہے۔ ہم نے ساری finally بات چیت کر لی ہے اب ضروری باتیں کر لیتے ہیں کیونکہ۔۔۔

جناب سپیکر: کیا کہا آپ نے؟

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! اچھا ہو گیا کہ پچھلے پانچ منٹ سے جو commotion چل رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔ آج زبردست بات ہے اور ہماری خوش قسمتی ہے کہ متعلقہ وزیر صاحب ادھر ہیں۔

جناب سپیکر: اسی لئے میں نے یہ کیا ہے۔

ڈاکٹر مراد راس: جناب سپیکر! آپ نے بہت اچھا کیا ہے کیونکہ جب ایجوکیشن کی باری آتی ہے تو وہ بیٹھے ہوئے اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ تین سال سے ایک ہی تقریر ہو رہی ہے اور میں تیسری دفعہ بھی وہی باتیں کہنے آیا ہوں جو تین سال سے کہہ رہا ہوں۔ یہاں سے منسٹر صاحب اٹھیں گے اور جواب دیں گے at the end of all this انہوں نے بڑی زبردست تعریفیں کرنی ہیں کہ سب کچھ زبردست ہے کوئی problem نہیں ہے، کوئی issue نہیں ہے، سب کچھ پڑھا لکھا ہے اور ایک پڑھا لکھا پنجاب بڑی خوبصورتی سے چلتا جا رہا ہے۔ یہ وہی پرانی باتیں ہیں اب میں اس بات سے شروع کرنے لگا ہوں کہ basic چیز Article 25 A of the Constitution of Pakistan ہے کہ پانچ سے سولہ سال کی عمر تک کے بچوں کے لئے free education ہے۔ ذرا مجھے بھی بتائیں کہ یہ کہاں پر مل رہی ہے؟

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ صرف تعریفیں کرنے کی بجائے جواب دیئے جائیں۔ یہاں پر جو سوال پوچھے جا رہے ہیں کھڑے ہو کر ان کے جواب دیئے جائیں، صرف تعریفیں کر کے چلے جانے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ پانچ سے سولہ سال کی عمر کے بچوں کو free education کا کہا گیا ہے یہ جس سسٹم کے حساب سے کہتے ہیں کہ پانچ سے سولہ سال کے بچوں کو free education مل رہی ہے وہ نہیں مل رہی۔ کیوں نہیں مل رہی؟ کیونکہ وہ یہ نہیں دیکھ رہے کہ کتنے بچے بیچ میں سے drop out ہو رہے ہیں وہ صرف دیکھتے ہیں کہ جنہوں نے آ کر نام لکھوا دیا ایک دفعہ attendance لگ گئی ہے اور ایک دفعہ ان کا نام سکول میں چلا گیا ہے so they think it means کہ سارے بچے سکول جا رہے ہیں the main problem is کہ ان میں سے کتنے بچے drop out کر چکے ہیں۔ کتنے بچے ہیں جن کی جو بھی وجوہات ہیں وہ سکولوں سے کیوں نکل چکے ہیں ان کو کبھی کسی نے count نہیں کیا اس لئے drop out کا نمبر سب سے ضروری نمبر ہے کیونکہ جا کے جمع کرانا تو بڑا آسان ہے کہ ہم نے اتنے بچے سکولوں میں جمع کروا دیئے لیکن کتنے بچے کس طرح اندر perform کر رہے ہیں اور کتنے بچے اندر رہ گئے ہیں؟

The end of the day it is most important question
جناب سپیکر! میں یہاں پر کچھ figures دوں گا کیونکہ ہم نے بھی تھوڑی سی پڑھائی لکھائی کی ہے اس لئے کچھ figures ہیں جو کہ گورنمنٹ کے ہیں جو گورنمنٹ نے دیئے ہیں یا different authorities ہیں یا different لوگ جو اسے research کر رہے ہیں۔ ہم نے بھی حکومت پنجاب کے سکولوں پر کچھ research کی ہے۔ سب سے پہلا نمبر government schools in Punjab آتا ہے government schools in Punjab approximately 51 or 52 thousand کہہ لیں اتنے ہیں۔ ان میں سے جن کی completely finished buildings ہیں جن کی پوری بلڈنگز ہیں ان کی تعداد 11 ہزار ہے یعنی صرف 11 ہزار سکولوں کی complete buildings ہیں۔ جن سکولوں میں بجلی نہیں ہے ان کی تعداد 6500 ہے۔ اگر آپ exact نمبر چاہتے ہیں تو میں منسٹر صاحب کو بتا دیتا ہوں کہ 6514 سکولوں کے اندر بجلی نہیں ہے۔ Boundary walls پر چلے جائیں چونکہ دسمبر میں جو حادثہ ہو چکا ہے اس کے بعد بڑی زبردست سکیورٹی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں کہ سکولوں کے اندر سکیورٹی ہونی چاہئے۔ اگر آپ سکیورٹی پر جائیں تو ہم لاہور سے بھی باہر نہیں جائیں گے اور میں آپ کو اپنے حلقے میں لے کر جاتا ہوں وہاں پر جو ٹیچرز پڑھا رہے ہیں ان سے ان کی اپنی verification کے لئے ہزار ہزار روپیہ لیا جا رہا ہے۔ مجھے ذرا بتائیں کہ کتنے سکولوں میں cameras لگے ہیں کیونکہ وہ تو میرے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور مجھے فون آتا ہے کہ آکر تاریں اور کیمرے لگوا دیں۔ ہم کس قسم کی سکیورٹی کی بات کر رہے ہیں؟ میں یہ بھی exact نمبر دے دیتا ہوں چونکہ منسٹر صاحب یہاں بیٹھے ہیں اس لئے اچھا ہے کہ وہ exact figure note کر لیں گے 2706 is the exact No of the schools جن کی boundary walls نہیں ہیں، boundary walls ہی نہیں تو تار کہاں لگے گی یا کیمرہ کہاں لگے گا؟ میں ابھی آپ کو بتا رہا ہوں کہ جب یہاں ایجوکیشن کی ساری debate ختم ہو گی تو ادھر سے ایک بڑی خوبصورت تقریر پیش کی جائے گی، بڑی زبردست تقریر ہو گی جس کے اندر سب کچھ زبردست نظر آئے گا۔ ایک نمبر dangerous buildings کا ہے dangerous buildings کا یہ مطلب ہے کہ جو بلڈنگز گرنے والی ہیں آپ ان میں نہیں بیٹھیں گے، میں بھی نہیں بیٹھوں گا، ہم میں سے کوئی بھی نہیں بیٹھے گا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی چاہے گا کہ ہمارا بچہ ادھر بیٹھ کر پڑھ رہا ہو۔ اس کا exact figure 4727 ہے جن کی بلڈنگز خطرناک قرار دی گئی ہیں کہ یہ بلڈنگز بہت خطرناک ہیں یہاں پر انسانوں کو اندر نہیں بیٹھنا چاہئے۔ مجھے

صرف یہ بتادیں کہ کون چاہے گا کہ ان کا بچہ جا کر ایسی بلڈنگ میں بیٹھ کر پڑھے؟ یہ سکولز چل رہے ہیں ان کو بند نہیں کیا گیا، ایک سکول کو بھی بند نہیں کیا گیا۔ اب مجھے یہ بتائیں کہ یہ کون کرے گا؟ اس چیز کا جواب دیا جائے۔ ہمارے بچے ہمارا future ہیں لیکن ہم تو ان کے سکولوں کی بلڈنگز تک کو secure نہیں بنا رہے، ان کو بلڈنگز change کر کے نہیں دے رہے، ان کو سکیورٹی نہیں دے رہے، کیمرے نہیں دے رہے، دیواروں پر لگانے کے لئے تاریں نہیں دے رہے۔ اسی طرح میرے پاس بہت سارے facts ہیں one room school یہ ایک بڑی زبردست چیز ہے کہ ایک کمرے کے اندر پورا سکول چل رہا ہے کیا آپ کو ان کی تعداد کا پتا ہے؟ ان کی تعداد کتنی ہو گی سو، دو سو، تین سو، چار سو یا ایک ہزار؟ نہیں، چار ہزار one room school چل رہے ہیں۔ اگر آپ ایک علاقے میں ایک کمرے کا سکول لگا لیں تو آپ ایک کمرے کے اندر کتنے بچے بٹھا لیں گے اور ایک کمرے کے اندر کتنا بڑا سکول چلا لیں گے؟ اگر گورنمنٹ نے سکول کھولا ہے تو کیا وہ چار گھروں کے لئے کھولا ہے، پانچ گھروں کے لئے کھولا ہے یا دس گھروں کے لئے کھولا ہے؟ ہم one room school level پر چار ہزار سکول چلا رہے ہیں یہ گنتی کے دو تین چار دس یا سو سکول نہیں بلکہ چار ہزار سکول چلا رہے ہیں۔ Facts and figures تو بہت سارے ہیں اگر میں دیتا جاؤں گا تو ہم ساری دوپہر ساری شام بیٹھے رہیں گے افطاری بھی یہیں گزر جائے گی اگلی سحری بھی آ جائے گی شاید پھر افطاری بھی آ جائے اور نمبرز ختم نہیں ہوں گے۔ میں نے آپ کو صرف موٹے موٹے facts بتا دیئے ہیں تاکہ کم از کم ان کے جوابات دیئے جائیں۔ ہم سارے یہاں بیٹھ کر بڑی اچھی speeches کرتے ہیں اور بہت زیادہ اچھی باتیں کرتے ہیں کہ یہ چیزیں بڑے زبردست طریقے سے اچھی طرف جا رہی ہیں۔ اگر ایجوکیشن کا بجٹ بڑھتا جا رہا ہے تو ان چیزوں کو ٹھیک کیوں نہیں کیا جا رہا؟ دانش سکول بنائیں، دانش سکول کو میری پوری support ہے مگر جو existing schools ہیں پہلے ان کو تو ٹھیک کریں۔ آپ دس لاکھ دانش سکول بنائیں ہمیں ان سے کوئی problem نہیں ہے کسی کا کوئی issue نہیں ہے۔ دانش سکول کا کوئی issue نہیں ہے مگر جو existing schools ہیں پہلے ان کو ٹھیک کریں جو اس وقت existing حالات ہیں جن میں سے میں نے صرف تھوڑے سے حالات آپ کو بتائے ہیں ان کو ٹھیک کریں۔

جناب سپیکر! سکولوں میں پینے کا صاف پانی میسر نہیں ہے۔ پینے کا صاف پانی تو بڑی دُور کی بات ہے، آپ میرے ساتھ میرے حلقے میں چلیں جو کہ یہاں سے 20 منٹ کی drive پر ہے۔ آپ کا زیادہ وقت ضائع نہیں ہو گا۔ منسٹر صاحب بھی میرے ساتھ چلیں اور میں ان کو سکولوں میں مہیا کیا گیا

فرنیچر دکھاتا ہوں۔ وزیر تعلیم اس وقت ایوان میں تشریف فرما ہیں یہ بڑی اچھی بات ہے۔ میں نے اپنی پچھلی تقریر کے اندر جو points بیان کئے تھے ان کو repeat کرنا چاہوں گا۔ ہم نے funds raising کر کے ایک سکول بنایا ہے اور اسے حکومت کو handover کرنا چاہتے ہیں لیکن ای ڈی او اس کو لینے کے لئے تیار نہیں۔ یہ سکول اتحاد کالونی میں ہے۔ بچے درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ ہم نے funds raising کی، سکول تیار کیا لیکن حکومت اس کو takeover کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اب بھی بچے ریلوے ٹریک کراس کر کے اتحاد کالونی سے کینٹ میں جا کر درختوں کے نیچے بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں۔ یہ سکول پی ٹی آئی سے تعلق رکھنے والے ممبر نے بنوایا ہے اس لئے حکومت اس کو takeover نہیں کرنا چاہتی۔ پچھلے دو مہینے سے سکول تیار پڑا ہے لیکن ای ڈی او اس کو لینے کے لئے تیار نہیں۔ سکول والوں کو فرنیچر ہم خود خرید کر دے رہے ہیں۔ ای ڈی او کو دو سال پہلے کہا تھا کہ فلاں فلاں سکول میں فرنیچر فراہم کر دیں لیکن اب تو انہوں نے ہمارا فون attend کرنا ہی چھوڑ دیا ہے چنانچہ ہم نے اپنے علاقے کے سکولوں کے لئے خود اپنی جیب سے فرنیچر خرید کر دیا ہے۔ آپ وزیر تعلیم یا کسی بھی وزیر کو بھجوادیں کیونکہ اس وقت ماشاء اللہ کافی وزراء تشریف فرما ہیں۔ وہ میرے ساتھ جا کر دیکھیں کہ سرکاری سکولوں میں جو بلیک بورڈ مہیا کئے گئے ہیں وہ اتنے ناقص ہیں کہ ان پر لکھا ہوا پڑھا ہی نہیں جا سکتا۔ دو سال کے بعد ای ڈی او نے فرنیچر بھیجا لیکن وہ بھی ٹوٹا ہوا ہے جبکہ دوسری طرف محکمہ تعلیم کا بجٹ متواتر بڑھایا جا رہا ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ بجٹ کہاں پر خرچ ہو رہا ہے، مجھے تو سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ بجٹ کہاں پر خرچ ہو رہا ہے؟ سکولوں میں سکیورٹی میسر نہیں، عمارتیں خستہ حال ہو کر گر رہی ہیں، پینے کا پانی مہیا نہیں اور واش رومز موجود نہیں ہیں۔ چار ہزار کے قریب سکولوں کی عمارتیں خطرناک declare کی جا چکی ہیں لیکن پھر بھی ان میں بچے بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ یہ بجٹ کہاں پر خرچ ہو رہا ہے؟

جناب سپیکر! ایک اور fact عرض کروں گا۔ مجھے راولپنڈی شہر کے حوالے سے بتایا گیا اور میرے راولپنڈی کے بھائی یہاں پر تشریف فرما ہیں۔ راولپنڈی میں 24 فیصد سکولوں کے اندر پینے کا صاف پانی میسر نہیں۔ میں نے funds raising کر کے اپنے حلقہ لاہور کے چھ سکولوں کے اندر فلٹریشن پلانٹس لگوائے ہیں۔ یہ فلٹریشن پلانٹس لگوانے کے لئے مجھے پیچھے ہٹنا پڑا اور میں نے یہ پلانٹس دوسرے مختلف لوگوں کے ذریعے سے لگوائے ہیں کیونکہ مجھے علم تھا کہ اگر ای ڈی او کو معلوم ہو جاتا کہ یہ فلٹریشن پلانٹس میں لگوا رہا ہوں تو اس نے لگنے ہی نہیں دینے تھے۔ یہ حالات ہیں کہ میں نے کسی اور

کو آ گے کیا کہ یار! تم آ گے آؤ اور یہ فلٹریشن پلانٹس فلاں فلاں سکولوں میں لگوا دو کیونکہ اگر میں ای ڈی او کے پاس گیا تو اس نے یہ نہیں لگنے دینے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ای ڈی او کو پتا نہیں چل سکا اور وہ چھ فلٹریشن پلانٹس ان سکولوں میں install ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر! ہر سال یہی مسائل بتائے جاتے ہیں لیکن ان کو حل کرنے کی طرف حکومت کوئی توجہ نہیں دیتی۔ مجھے کوئی ایک آدمی دے دیں کہ جس کو میں ساتھ لے جاؤں اور یہ سارے مسائل دکھا سکوں۔ میری آپ سے صرف یہی درخواست ہے کہ کوئی ایک بندہ دیں کہ جس کو یہ problems بتائی جائیں۔ پچھلے تین سالوں سے یہی مسائل درپیش ہیں۔ میں نے سمجھا تھا کہ بجٹ کے دوران یہاں پر اپنے مسائل کو point out کروں گا تو ان کا کچھ نہ کچھ حل نکلے گا لیکن ان مسائل کا کوئی حل نہیں نکلا بلکہ مسائل دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر! سپیشل ایجوکیشن ایک زبردست topic ہے۔ حکومت نے اس حوالے سے زبردست initiative لیا اور 400 ملین روپے اس کے لئے مختص کئے گئے۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم Handicapped Children اور خصوصی تعلیم والے بچوں کو priority دینے کی بجائے اس حوالے سے مختص شدہ بجٹ کا 80 فیصد استعمال ہی نہیں کر سکے۔ اگر ان خصوصی بچوں کی ہماری حکومت مدد نہیں کرے گی تو پھر ان کی کون مدد کرے گا؟ حکومت سپیشل ایجوکیشن کے بجٹ کو استعمال کرنے کے لئے تیار نہیں کیونکہ at the end of the day اس کی allocation کہیں اور move کر دی جاتی ہے۔ اب اگر میں یہاں پر میٹرو کا لفظ استعمال کروں گا تو میرے حزب اقتدار کے بھائیوں کو اعتراض ہو گا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ جتنی مرضی میٹروز بنائیں میں آپ کے ساتھ ہوں، میری پوری support ہے مگر جو existing چیزیں ہیں ان کو پہلے ٹھیک کریں اور یہ نہ کریں کہ تمام پیسا نکال کر میٹرو بناتے جائیں۔ اگر حکومت نے سپیشل ایجوکیشن کے لئے 400 ملین روپے رکھے ہیں تو یہ استعمال ہونے چاہئیں۔ یہ استعمال نہیں ہو رہے تو کدھر جا رہے ہیں، کس کی جیب میں جا رہے ہیں، کس account میں اور کس allocation پر ہیں؟

جناب سپیکر! ہمارے پرائیویٹ سکولوں کا issue بھی بڑا زبردست ہے۔ پنجاب میں اس وقت 35 ہزار کے قریب پرائیویٹ سکولز چل رہے ہیں۔ ہم تعلیم کا سسٹم ٹھیک نہیں کرنا چاہتے، کوئی ایک standard بنانا نہیں چاہتے، انگلش میڈیم کو الگ اور اردو میڈیم کو الگ رکھنا چاہتے ہیں کیونکہ ہم امیر اور غریب کا difference maintain کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ سارا نظام تعلیم ایک جھوٹ پر

چلائے جا رہے ہیں۔ جب تک پرائیویٹ اور سرکاری سکولوں کا نصاب ایک نہیں کیا جائے گا اس وقت تک یہ سسٹم ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ پرائیویٹ سکول اپنی مرضی سے فیس بڑھا دیتے ہیں۔ ہر سال وہ دس فیصد فیس بڑھا دیتے ہیں لیکن ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ مجھے پتا ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کو پرائیویٹ سکولوں سے اس لئے اُٹھوا لیا ہے کیونکہ انہوں نے فیسیں بہت زیادہ بڑھا دیں ہیں۔ یہاں بیٹھے ہوئے تمام معزز ممبران میری اس بات سے اتفاق کریں گے کہ پرائیویٹ سکول ہر سال فیسیں بڑھا دیتے ہیں کیونکہ مجھے پتا ہے کہ ان سب کے بچے پرائیویٹ سکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ یہاں پر 95 فیصد ایسے معزز ممبران بیٹھے ہیں کہ جن کے بچے پرائیویٹ سکولوں میں پڑھ رہے ہیں۔ ہر چھ مہینے یا سال کے بعد پرائیویٹ سکولوں والے کہہ دیتے ہیں کہ اتنی فیس بڑھ گئی ہے لیکن ان پر کوئی کنٹرول ہے اور نہ ہی انہیں کوئی پوچھنے والا ہے۔ حکومت کو اس حوالے سے پرائیویٹ سکولوں میں کوئی نہ کوئی قدغن لگانی چاہئے۔ میں نے سُنا ہے کہ اس دفعہ حکومت نے ایک حکم جاری کر دیا ہے کہ پرائیویٹ سکولز اس دفعہ گرمیوں کی چھٹیوں کی یکمشت فیس نہیں لیں گے بلکہ ایک ایک ماہ کی فیس وصول کی جائے گی۔ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے اس کے خلاف عدالت میں petitions دائر کر دی ہیں۔ دیکھیں، اگر عوام کے لئے کوئی بہتری کا کام کرنا ہے تو اسے صحیح طرح سے کر کے دکھائیں۔ یہ صرف ہوائی فائر کرتے ہیں جس کا پتا ہی نہیں چلتا کہ لگی ہے یا نہیں۔

جناب سپیکر! میں آخری دو points پر بات کروں گا۔ اگر ہم نے سب بچوں کے لئے ایک جیسی تعلیم مہیا نہ کی تو پھر ہم اپنی آنے والی نسل کا بہت بڑا نقصان کریں گے۔ دیکھیں، اگر کچھ بچے کسی انٹرویو کے لئے جاتے ہیں جس میں سے ایک اردو میڈیم، دوسرا انگلش میڈیم سے پڑھا ہے اور تیسرا ایچیسن کالج سے آیا ہوا ہو تو اردو میڈیم والا ان بچوں کا مقابلہ کیسے کرے گا؟ اب جو بچہ اردو میڈیم سے پڑھ کر آیا ہے اس کے لئے تو chance ہی کوئی نہیں۔ جب تک ہم یکساں نظام تعلیم رائج نہیں کریں گے اس وقت تک یہ ملک اور قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ اس وقت 95 فیصد بچے اردو میڈیم کے سکولوں میں پڑھ رہے ہیں اور ان کا مقابلہ انگلش میڈیم سکولوں سے پڑھے ہوئے بچوں کے ساتھ ہے۔ ان کو تو opportunity مل ہی نہیں سکتی۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وزیر تعلیم آج اپنی جوابی تقریر میں ان مسائل کا کچھ حل بتائیں۔ ہمارے ساتھ کوئی بندہ بھیجیں جس کو ہم نشاندہی کر سکیں کہ یہ issues کہاں پر اور کس طرح سے ہیں؟ صرف میرے نہیں بلکہ یہاں پر بیٹھے ہوئے تمام معزز ممبران کے یہی مسائل ہیں۔ سب

کے حلقوں میں یہ مسائل درپیش ہیں اور میں چاہوں گا کہ منسٹر صاحب ان مسائل کو حل کرنے کے لئے فوری اقدامات اُٹھائیں۔ بہت شکریہ

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں نے اجلاس کے شروع میں آپ سے گزارش کی تھی اور ابھی ابھی مجھے اطلاع آئی ہے کہ آج بھی کئی لوگ پورے ملک کے اندر گرمی کی وجہ سے جاں بحق ہو گئے ہیں اور اس میں دس لوگ پنجاب کے بھی شامل ہیں۔ ہم یہاں ٹھنڈے ٹھار ہال میں بیٹھے تقریریں کر اور سُن رہے ہیں جبکہ باہر لوگ گرمی سے تڑپ رہے ہیں۔ رمضان المبارک میں کسان، مزدور اور غریب لوگ جاں بحق ہو رہے ہیں، تڑپ رہے ہیں۔ پورے پنجاب کے اندر آج ہر شہر اور قصبے میں لوگ احتجاج کرتے ہوئے باہر سڑکوں پر ہیں۔ میں نے آپ سے گزارش کی ہے کہ اگر وزیر قانون نہیں آئیں گے تو ہماری قرارداد بھی پیش نہیں کرنے دیں گے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی بے حسی کی بات ہے حکمرانوں نے جتنے وعدے اور دعوے کئے وہ سارا فریب تھا اور بجلی کی لوڈ شیڈنگ پہلے سے بھی زیادہ بدترین ہو گئی ہے۔ آج بجلی نہ ہونے کی وجہ سے لوگ گرمی سے مر رہے ہیں جو پاکستان میں کبھی نہیں ہوا۔ ہمارے ایک دو لوگ جو اپنی cut motion پر بولیں گے وہ یہاں رہیں گے اور ہم باقی لوگ یہاں سے walkout کر رہے ہیں اور جو لوگ مرے ہیں اُن کے لواحقین کے ساتھ اظہار یکجہتی کرنے جا رہے ہیں اور آپ سے گزارش ہے کہ وزیر قانون صاحب کو بھی بلائیں تاکہ وہ ایوان میں آکر اس قرارداد پر بھی بات کریں۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ آپ walkout نہ کریں۔ وزیر قانون کی موجودگی کے بغیر rules کی suspension ممکن نہیں ہے۔ آپ تھوڑا سوچیں تو سہی۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف walkout کر کے
ایوان سے باہر تشریف لے گئے)

جی، میاں محمد اسلم اقبال صاحب!

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
الهم صلي علي محمد و اله و عترته بعدد كل معلوم لك

جناب سپیکر! شعبہ تعلیم کے حوالے سے آپ نے مجھے موقع فراہم کیا کہ اس حوالے سے جو cut motion ہے اُس حوالے سے میں اپنی چند گزارشات اس ایوان کے سامنے رکھ سکوں۔ تعلیم کے شعبہ میں بجٹ کے اندر بڑے بلند بانگ دعوے کئے گئے۔ سال 14-2013،13-2012 کے دوران

جتنے بھی بجٹ پیش کئے گئے میں اُن تمام کی بجٹ utilization بھی آپ کے سامنے رکھوں گا اور جس شعبہ میں بجٹ کو استعمال کرنے کی اہمیت دی گئی اس حوالہ سے بھی میں جسارت کروں گا کہ ایوان کے سامنے رکھ سکوں۔

جناب سپیکر! اٹھارہویں ترمیم کے بعد اس کے نتیجہ میں شعبہ تعلیم کی جو پالیسی، معاملات اور قانون سازی کے جو اختیارات صوبوں کو منتقل ہو چکے ہیں اُس حوالے سے صوبوں نے تعلیم کے لئے اپنی اپنی ترجیحات بنانی ہیں۔

جناب سپیکر! میں جس شہر لاہور کے اندر رہتا ہوں میں سب سے پہلے اس شہر کے اندر سکولوں کی حالتِ زار آپ کے سامنے بیان کروں گا۔ ضلع لاہور کے اندر پانچ سے سولہ سال کی عمر کے بچے 25 لاکھ 91 ہزار 921 ہیں۔ اس عمر کے تقریباً 16 لاکھ 34 ہزار 339 بچے سکول جاتے ہیں اور اس عمر کے جو بچے سکول نہیں جا رہے وہ تقریباً 9 لاکھ 57 ہزار 682 ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عمر کے بچوں کی سکول میں داخلہ کی شرح 63 فیصد ہے اور اس عمر کے بچے جو سکول نہیں جا رہے اُن کی شرح 37 فیصد ہے۔ آپ نے اس پر بہت بجٹ رکھا اور کہا کہ ہم تعلیم کے معاملہ میں قوم کو سہانے خواب دکھائیں گے اور پڑھا لکھا پنجاب دیں گے۔ پڑھا لکھا پنجاب کے سلسلہ میں اتنا پیسا شاید تعلیم پر خرچ نہیں ہوا جتنا پیسا ان کی شعبدہ بازیوں کے اوپر اخباروں میں اشتہارات کی شکل میں خرچ ہوا۔ صبح اُٹھتے ہی روزانہ ایک ہنستے مُسکراتے چہرے کے ساتھ ایک تصویر جو قوم کو سالانہ اربوں روپیہ میں پڑتی ہے وہ ہمیں دیکھنے میں ملتی ہے۔ غریب کے گھر کھانے کو روٹی نہیں، پینے کو پانی نہیں، اُس کے گھر میں بجلی نہیں، اُس کا بچہ سکول نہیں جاتا اور اربوں روپیہ اشتہارات کی شکل میں قوم کے خون پسینے کی کمائی تعلیم کے اشتہارات کی شکل میں یہ روزانہ خرچ کرتے ہیں۔

جناب سپیکر! اگر سکولوں کے اندر بچوں اور ٹیچر کا تناسب دیکھا جائے تو ایسے سکول بھی ہیں جہاں پر 165 بچوں پر صرف ایک ٹیچر ہے۔ ضلع لاہور میں میٹرک کی سطح کے سکول 1216 ہیں جن میں سے 643 سکول لڑکوں کے ہیں اور 573 سکول لڑکیوں کے ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ اس پر جتنا بجٹ رکھا گیا، کہا گیا اور بڑا شور ڈالا گیا میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ تعلیم پر اتنا بجٹ رکھ رہے ہیں آپ نے کتنے نئے سکول بنائے ہیں؟ جو سکول پہلے بنے ہوئے ہیں آپ اُن کے اندر missing facilities پوری نہیں کر سکے۔ یہ دانش سے خالی ذہنوں والے حکمران جو دانش سکولوں پر خرچ کر رہے ہیں میں اُس حوالہ سے آپ کے سامنے کچھ facts and figures رکھوں گا۔ آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی

رپورٹ کے مطابق تمام books کے حوالہ جات میں آج یہاں پر جو quote کروں گا میں آپ کو بتاؤں گا کہ دانش سکولوں اور تعلیم کی آڑ میں کتنی بڑی mega corruption کی جا رہی ہے۔ ان کی Danish School and Centre of Excellence Authority میں accounting and internal audit نام کا کوئی نظام ہی موجود نہیں ہے۔ اس حوالہ سے Audit year 2012-13 کے Chapter-5 کے comments کے حوالہ سے میں آپ کے سامنے رکھوں گا تاکہ آپ اُس کو دیکھ سکیں۔

> The project was funded under grant No. PC-21015 Education Budget Rupees 5397.53 million was allocated by the Govt. of the Punjab against which an expenditure of rupees 5270.03 million was incurred by the Managing Director/Chief Executive Officer, Danish School and Centre of Excellence Authority. Audit methodology included data collection, examination, and analysis of record, discussion with Engineering Staff of consultant, surveys and interviews. Site visits were also conducted to have a physical view of the building. Authority has not yet frame its rules of procedure, accounting system has not been got approved from the Auditor General of Pakistan.

جناب سپیکر! جب آپ تعلیم پر پیسا خرچ کرنے جا رہے ہیں۔ آپ کو پوچھنے والا کوئی نہیں سوائے آڈیٹر جنرل آف پاکستان کے جو آپ کے کل بجٹ کے 20 فیصد کا آڈٹ کرتا ہے۔ اس 20 فیصد آڈٹ کے اندر بھی حکومت اس قابل نہیں ہے کہ وہ یہ بتا سکے کہ جو پیسا انہوں نے رکھا تھا وہ کہاں پر استعمال ہوا ہے۔ اس کے رولز اور bylaws نہیں بنائے گئے۔ ان کا internal audit system نہیں بنایا گیا۔ یہ قوم کے خون پسینے کی کمائی ہے کسی کے ذاتی پیسے نہیں ہیں۔ اس ایوان کے اندر جھوٹ بولا جاتا ہے۔ میں اس جھوٹ کے حوالے سے بھی ایک بات بیان کروں گا کہ میڈم منسٹر نے اپنی wind up تقریر کے دوران فرمایا کہ معزز قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر میں مختلف محکمہ جات کی طرف سے اپنے بجٹ میں مختص فنڈز کے کم استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے جبکہ اصل حقیقت یوں ہے کہ وہ

کہتی ہیں کہ محکمہ سپیشل ایجوکیشن نے6کروڑ21لاکھ روپے خرچ کئے۔White Paper میں نے نہیں چھاپا یہ انہوں نے خود چھاپا ہے۔اس کے اندر سپیشل ایجوکیشن پرZero percent بجٹ استعمال ہوا ہے۔(شیم، شیم)

جناب سپیکر! یہ ایوان کی sanctity ہے کہ اس کو غلط figures بتائی جائیں، کیا ایوان کے اندر جھوٹ بولا جائے؟ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میڈم منسٹر آئی ہیں چیزیں کچھ بہتری کی طرف جائیں گی لیکن معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ یہ بھی ایسی ہی ہو گئی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ White Paper ہے اس میں یہ خود چھاپ کر اور خود ہی جھوٹ بول رہے ہیں۔

جناب سپیکر: میں تمام حضرات سے گزارش کرتا ہوں، میں بار بار کہہ نہیں سکوں گا کہ ٹیلیفون کا استعمال ادھر بیٹھ کر نہ کریں۔ میں آپ سب کا شکر گزار ہوں گا۔اب جو بھی فون کا استعمال کرے گا تو وہ ضبط ہو جائے گا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! دانش سکول رحیم یار خان کی تعمیر کے دوران گھپلا ہوا ہے۔ دانش سکول رحیم یار خان کی تعمیر کے دوران ٹھیکیداروں کو معاہدہ سے ہٹ کر201 ملین کے بجائے343 ملین روپے ادا کئے گئے۔ اس طرح142.23 ملین روپے کی اضافی رقم جس کی کوائف کے مطابق منظوری نہیں لی گئی وہ ادا کی گئی۔ آڈیٹر جنرل کی رپورٹ کے مطابق unjustified payment ریکارڈ پر ہے۔ ان کو کون پوچھے گا؟ انہوں نے تو اس محکمہ کے رولز ہی نہیں بنائے۔ انہوں نے تو internal audit system ہی نہیں بنایا۔ آپ نے رحیم یار خان کے اندر بڑے دعوؤں کے ساتھ ایک سکول بنا دیا جہاں پانچ سو بچے پڑھتے ہیں وہاں کے باقی سکولوں کا کون پرسان حال ہے؟ وہاں پر missing facilities ہیں، وہاں اساتذہ نہیں ہیں، باتھ رومز نہیں ہیں، لائٹس نہیں ہیں، فرنیچر نہیں ہے اور چار دیواری نہیں ہے۔ یہ دانش سکول کو روتے رہے ہیں اور یہ حکومت دانش سے خالی ہے۔ اربوں کھربوں روپیہ اپنی کی ہوئی بات کو پورا کرنے کی تسکین کے لئے خرچ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد رحیم یار خان کے اندر ان کا جو دانش سکول ہے اس کی تعمیر پر805 ملین روپے خرچ ہوئے جبکہ اس کوائف کے مطابق TDWP کی منظوری لازمی تھی۔ آڈیٹر جنرل کی رپورٹ کے مطابق ہے کہ:

> Irregular award of the work to the contractor without administrative approval and detail technical sanctions estimated Rs.4354.564 million.

جناب سپیکر! اندھیر نگری چوپٹ راج۔ ان کا جو دل کرے وہ کرتے پھریں ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہے۔ یہ اسمبلی کے اندر جھوٹ بولتے ہیں، اسمبلی کے اندر غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ یہ کتابیں بول رہی ہیں میں نہیں بول رہا۔ یہ آڈیٹر جنرل کی رپورٹ ہے۔ جب قانون اور قاعدے سے ہٹ کر چیف منسٹر بات کرے گا تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ پنجاب کے اندر رہنے والے دس کروڑ عوام قانون اور قاعدے کو followکریں گے۔ جب وزیراعلیٰ خود قانون اور قاعدے کو follow نہیں کرے گا تو پھر باقی عوام کیسے کرے گی اور باقی ڈیپارٹمنٹس کیسے کریں گے ؟

جناب سپیکر! دانش سکول چشتیاں کے اندر دوران تعمیر134 ملین کا طے شدہ معاہدہ تھا لیکن 156 ملین کی ادائیگی کی گئی جو34 فیصد زیادہ تھی۔ آڈیٹر جنرل اپنی رپورٹ میں لکھتا ہے کہ:

Weak supervisory and financial control resulted unjustified payment of Rs.14227570/-.

جناب سپیکر! جب آپ ان آڈٹ رپورٹس پر دھیان نہیں دیں گے تو پھر کیسے کام صحیح ہوگا؟ آپ اپنی انگلی کو ہلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں چیز بنا دو، اسمبلی کس مقصد کے لئے ہے۔ یہاں پر بجٹ پاس نہیں ہوتے بلکہ یہاں مذاق کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ایک نیا کام پکڑا ہوا ہے۔ وہ یہ ہے کہ let say کسی پراجیکٹ کے لئے -/100 روپے رکھا جاتا ہے، اس کی utilization نہیں ہوتی۔ میں آپ کو مثال سے ثابت کروں گا کہ یہ اپنی مرضی سے 100 روپے کو 80 یا 70 روپے کر دیتے ہیں اور جتنی utilization ہوتی ہے اس کو 70 پر تقسیم کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے maximum بجٹ کی utilization کی ہے پھر ایوان کا کیا تقدس رہ جاتا ہے جس کے اندر آپ اتنی موٹی موٹی کتابیں پیش کرتے ہیں اور بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ کچھ نہیں کرتے تو آپ تو مہربانی کریں۔ آپ تو تقدس کا خیال رکھیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! کیا میں نعت شریف سناؤں۔ آپ قصیدہ دے دیں میں وہ پڑھ دیتا ہوں۔ میں اسی پر بول رہا ہوں۔ یہ عوام کے خون پسینے کی کمائی کھا رہے ہیں اس پر بھی نہ بولوں۔ آپ اور ہم نہیں بولیں گے تو کون بولے گا؟

جناب سپیکر: آپ کی مہربانی ہے۔ آپ بولیں۔ میں نہیں روک رہا۔ میں بولنے سے نہیں روکتا لیکن ایوان کے تقدس کا خیال رکھیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ایوان کا تقدس یہ ہے کہ اس کے اندر جھوٹ نہ بولا جائے۔ ایوان کا یہ تقدس نہیں ہے کہ یہاں پر غلط figures پیش کی جائیں۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن کے حوالے سے لیپ ٹاپ سکیم رکھی گئی۔ ہر گھر کے اندر جہاں بجلی نہیں آتی وہاں پر لیپ ٹاپ دے دیا گیا ہے۔ بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔ وہ اسے چولہے پر لگا کر بیٹری چارج کریں گے۔ اس رپورٹ کے اندر لیپ ٹاپ سکیم جو ایجوکیشن کا حصہ ہے۔ یہ لیپ ٹاپ سکیم اس قوم کو بجلی اور روزگار میسر نہیں کر سکی لیکن کرپشن کا ایک میگا سکینڈل آپ نے 2010-11 میں شروع کیا اور وہ آج تک چل رہا ہے۔ کیوں چل رہا ہے کیونکہ اس میں اکٹھے پیسے آتے ہیں؟ 5۔ارب 54 کروڑ روپے ضد اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اس دفعہ پھر آپ نے لیپ ٹاپ کے لئے رکھا ہے۔ اس صوبے میں لوگوں کے پاس روزگار نہیں ہے، اگر یہی پیسا بجلی پر لگاتے، انرجی کو پورا کرنے کے لئے لگاتے تو ہم سمجھتے کہ انہوں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ ان کے آگے کوئی بولتا نہیں ہے کیونکہ بیوروکریسی نے اپنے پیسے کمانے ہیں، اپنے پیسے کھانے ہیں اور اپنی کمیشنیں کھانی ہیں وہ ان کو حصار میں لیتی ہے اور یہ حصار میں آجاتے ہیں۔ جب پولیٹیکل آدمی، پولیٹیکل سی ایم اپنی ٹیم کے ساتھ بیٹھ کر بات نہیں کرے گا اور وہ بیوروکریسی کے ساتھ بات کرے گا تو پھر چاہے وہ دانش سکول ہو، لیپ ٹاپ ہو یا کوئی اور سکیم ہو اس طرح سکینڈل سرعام منظر عام پر آئیں گے۔ انہوں نے تعلیم کو بھی مذاق بنا لیا ہے۔ میٹرو بنا کر شاید ان بسوں کے اندر کلاسز لینی ہیں سکول ہمارے ٹھیک نہیں کر سکے پھر کہتے ہیں کہ فنڈ رکھ دیا جائے۔ تعلیم پر فنڈز کیوں لگائے جائیں جبکہ غریب آدمی نے اپنے بچے کو خود ہی پڑھانا ہے تو ہم پھر فنڈز ان کی کرپشن کے لئے رکھیں؟ اس وجہ سے ہماری تحریک ہے جو کہ ہم نے پیش کی ہے کہ اس کا فنڈ reduce کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے کیونکہ یہ اس کے capable نہیں ہیں۔ میں اس حوالے سے تھوڑی سی figure بیان کروں گا کہ آپ نے اپنے میگا پراجیکٹ مکمل کرنے کے لئے ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کے بجٹ اور ایجوکیشن کے بجٹ سے نکال کر اس پر لگائے۔ آپ کو کوئی نہیں پوچھتا، آپ نے کس کی اجازت سے لگائے ہیں [**********]

جناب سپیکر: ان الفاظ کو کارروائی کا حصہ نہ بنایا جائے۔ مہربانی کریں۔ Don’t be personal

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ہائی کورٹ کا معزز جج آپ کو کچھ لکھتا ہے اور آپ اس کے against کچھ کروالیتے ہیں۔ آپ اپنے پولیس ونگ سے جو کہ ن لیگ کا پولیس ونگ ہے اس سے اپنی تحقیقات کروالیتے ہیں۔ یہ کہاں کا قانون ہے؟ ٹیچرز کی availability and attendance کے حوالے سے ان کی جو رپورٹ شائع ہوتی ہے اس میں تضاد پایا جاتا ہے اور یہ تضاد اس شکل میں کہ جس طرح پولیس کا محکمہ ایف آئی آر درج نہیں کرتا تاکہ حکومت کو بچاسکے کہ اس سال کرائم کم ہوا ہے۔ یہ بھی اس حوالے سے اپنی efficiency دکھاتے ہیں کہ سکول کے اندر جو سٹوڈنٹس آرہے ہیں وہ پورے آرہے ہیں یہ 92 فیصد show کرتے ہیں اور اس کے علاوہ ٹیچرز کی حاضری show کرتے ہیں۔ جس شعبے پر سب سے زیادہ پیسا خرچ کرنے کی ضرورت ہے وہ تعلیم ہے۔ غریب کا بچہ اگر نہیں پڑھ سکتا تو صوبے میں کوئی تعلیمی نظام نہیں ہے۔ قوم کے معمار ٹیچرز کبھی سڑکوں پر مار کھارہے ہوتے ہیں ان کو آپ پوچھتے نہیں ہیں۔ آپ الٹی سیدھی گیمیں کرواتے ہیں۔ آپ قذافی سٹیڈیم اور پنجاب سٹیڈیم کے اندر جو مرضی آپ کا دل کرے کر لیتے ہیں اور آپ ایجوکیشن کا فنڈ کھینچ لیتے ہیں۔ آپ پرائیویٹ کالجز اور schools کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان گیمز میں حصہ لیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ سے مراد سپیکر ہے یا آپ گورنمنٹ کو کہہ رہے ہیں؟

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ کے توسط سے گورنمنٹ تک پہنچا رہا ہوں۔ کبھی کبھی آپ خود بھی گورنمنٹ بن جاتے ہیں تو اس حوالے سے میں نے کہا کہ تھوڑا سا حصہ آپ کو بھی دے دوں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میں کبھی گورنمنٹ نہیں بنتا۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! ٹھیک ہے جو آپ کا حکم ہے۔ کبھی کبھی آپ بن جاتے ہیں کیونکہ جب اُدھر سے جواب نہیں آتے تو آپ درمیان میں آکر جواب دے دیتے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ sometime ہو جاتا ہے۔ مہربانی

جناب سپیکر! آخر میں میری استدعا ہے کہ مہربانی کر کے اگر آپ تعلیم کے شعبے کو بہتر کرنا چاہتے ہیں تو تھوڑی سی توجہ اس طرف کریں۔ میں نے پہلے بھی آخری بجٹ تقریر میں کہا تھا کہ یقین مانیں کہ ان سکولوں کی buildings میں سریا اور سیمنٹ استعمال ہوتا ہے میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ مہربانی کر کے یہ میٹرو سے ہٹ کر اس طرف توجہ کریں کیونکہ سریے اور سیمنٹ کا استعمال اِدھر بھی ہوتا ہے تو انشاء اللہ اِدھر سے بھی ان کو حصہ آئے گا۔ بہت شکریہ

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! شکریہ۔ Esteem colleague نے بہت اچھی باتیں شیئر کی ہیں، میں بھی اس میں کچھ contribute کروں گا۔ اگر آپ نوٹ کریں تو میں آپ کی وساطت سے ایجوکیشن منسٹر کے علم میں اضافہ کرنا چاہوں گا EMIS code No. 35110016 ہے یہ میرے خیال میں سکولوں کے کوڈ ہیں۔ پنجاب حکومت نے اپنی اعلیٰ کارکردگی دکھاتے ہوئے یہ portal بنایا ہے جس میں تمام اضلاع کے تمام سکولوں کا ریکارڈ دیا گیا ہے۔ اس پر بہت تقاریر ہوئیں اور اربوں روپے ہم نے اس پر خرچ کر لئے تو میں صرف یہ چاہوں گا کہ اگر اس پر کوئی دھیان ہو جائے کہ ہمارے قول و فعل میں کتنا بڑا تضاد ہے۔ ہمیں شرم نہیں آتی اور یہ میں منسٹر صاحب کو نہیں کہوں گا یہ میں محکمے کو کہوں گا کہ ہمیں شرم نہیں آتی لیکن منسٹر صاحب بھی ذمہ دار ہیں کہ وہ اس چیز کا نوٹس لیں۔ محکمے کو شرم نہیں آتی کہ کس ڈھٹائی کے ساتھ وہ کیا رپورٹ کر رہا ہے۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے اگر آپ دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں یہ EMIS code No. 35110016 ہے اس میں لکھا ہوا ہے کہ 500 سٹوڈنٹس without furniture total induction 622 ہے یعنی 122 سٹوڈنٹس کے پاس فرنیچر ہے باقی کے 500 سٹوڈنٹس تھڑے پر ہیں اور یہ یہاں پر اربوں روپے لگا رہے ہیں کہ ہم missing facilities provide کر رہے ہیں۔ اس ریکارڈ میں لکھا ہوا ہے کہ 500 سٹوڈنٹس کے پاس جون 2015 تک فرنیچر ہی نہیں ہے تو انہوں نے پڑھنا کیا ہے؟ وہاں پر کھیل کا میدان ہے اور نہ ہی وہاں پر اس کے علاوہ کوئی اور facilities ہیں۔ اس طرح ہم اپنے بچوں کا مستقبل روشن کر رہے ہیں۔ Acknowledge کریں کہ وہاں پر کچھ نہیں ہے۔

جناب سپیکر! اگلا کوڈ میں صرف دو تین کوڈ ہی بتاؤں گا کیونکہ sampling ہی کرنی ہے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! کوڈ نمبر بولیں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! اگلا کوڈ نمبر 35110034 چونیاں کا ہے۔ میں نے کہا کہ کوئی urban city بھی آ جائے یہ صرف ایک ہی نہیں اور بھی بہت سارے آئیں گے۔ یہ سکول آٹھ کنال پر مشتمل ہے اس کا covered area 3375 Sq.ft ہے۔ وہاں پر انہوں نے فٹبال گراؤنڈ بنا لیا ہے۔ میری سمجھ سے باہر ہے کہ آٹھ کنال کے اندر یہ کون سے سائز کا فٹبال گراؤنڈ انہوں نے بنا دیا ہے اور وہاں پر پیسے بھی مختص کئے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات کہ total eleven teachers without furniture. میں آپ کو خدا کا واسطہ دے سکتا ہوں آپ کی وساطت سے۔۔۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ یہ گپ شپ کو ختم کریں۔ مہربانی فرمائیں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! تعلیم کی ہم بات کر رہے ہیں اور یہاں پر اپنی ہی باتیں چل رہی ہیں۔ کم از کم جب بات ہو رہی ہو اس وقت ہی کوئی seriousness دکھا دیں کہ کسی غریب کے بچے کے لئے کوئی بات ہو رہی ہے۔ وہاں پر گیارہ ٹیچرز ہیں ان کے بیٹھنے کے لئے کرسی نہیں ہے اور لکھنے کے لئے میز نہیں ہے اور missing facilities and privileges کی تقاریر یہاں پر ہو رہی ہیں یہ آپ کا محکمہ رپورٹ کر رہا ہے، یہ کوئی این جی او نہیں ہے یا کوئی وقاص حسن موکل نے وہاں پر ایجنٹ نہیں چھوڑے ہوئے۔ یہ میں ریکارڈ کی بات اس میں سے نکال کے دے رہا ہوں۔ میں دیکھ لوں گا کہ کیا حشر ہوتا ہے۔ میں نے اپنے حلقے کی بات کرنی ہی چھوڑ دی ہے۔ وہ تو ویسے ہی منکر ہو گئے ہیں۔ اگلا کوڈ لکھیں 31210003 بہاولپور احمد پور شرقیہ صادق گڑھ پیلس ہے۔ 600 students without furniture تو شمالی پنجاب کدھر ہے؟ 600 سٹوڈنٹس کے پاس فرنیچر نہیں ہے جبکہ ہم تقاریر کرنی شروع کرتے ہیں تو آنحضرت عالیجاہ سے لے کر نیچے تک آتے ہیں، کیا یہ کرنے والی بات ہے؟ جنوبی پنجاب کی محرومیوں کی باتیں شروع ہو جاتی ہیں لیکن یہ کسی نے ریکارڈ نہیں کیا کہ 600 طلباء آپ کے پاس ہیں جو without furniture ہیں۔

جناب سپیکر! میں اگلی بات آپ کو کمال بتاؤں گا کہ 593 enrolled student ہیں۔ میں دوبارہ بول دیتا ہوں کہ 600 students without furniture and 593 enrolled students ہیں۔ اس تعداد کو 600 ہی کر دیتے مطلب کہ کچھ تو اس تعداد میں balance کر دیتے۔ بتایا گیا ہے کہ بہاولپور کے اس سکول میں ٹیبل ٹینس ہے۔ میں منسٹر صاحب کو شرطیہ کہہ سکتا ہوں کہ پورے پنجاب کے یہاں ایم پی اے صاحبان بیٹھے ہوئے ہیں اگر کسی نے سرکاری سکول میں ٹیبل ٹینس دیکھا ہو تو ہاتھ کھڑا کر دیں۔

(اس مرحلہ پر حکومتی بنچوں سے چند معزز ممبران نے ہاتھ کھڑا کیا)

جناب سپیکر: جی، آپ آگے چلیں اور اس بات کو چھوڑیں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! چار ممبران نے ہاتھ کھڑا کیا ہے اور میں اِن کو چیلنج نہیں کرتا۔ میں نے مان لیا کہ ٹیبل ٹینس ہوں گے، کیوں نہ ہوں گے بلکہ swimming pool بھی ہوں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: جی،آپ بات کریں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! 600 students without furniture ہیں جبکہ 593 enrolled ہیں۔ ہم آگے چلتے ہیں کیونکہ لمبا سفر ہے۔ Teachers without furniture 27 جبکہ ٹوٹل 23 teachers ہیں اس کا مطلب ہے کہ اِن کے پاس ٹوٹل حساب ٹھیک نہیں گیا اور یہ اُسی بہاولپور کے صادق گڑھ پیلس سکول کے figures ہیں۔ مجھے یہ بتائیں کہ ایک محکمہ کو تنخواہ دی جا رہی ہے اور اربوں روپیہ وہ فنڈ میں مانگ رہے ہیں، آپ utilization کو چھوڑ دیں لیکن اگر آپ اپنا ریکارڈ ہی ٹھیک نہیں کر پا رہے تو آپ نے کسی کو صحیح تصویر کیا دکھانی ہے؟ یہاں پر کس کی بات پر یقین کیا جائے، اگر ان کے جھوٹ کو یقین مانا جائے تو پھر بھی ٹھیک نہیں کرتے۔ (شور وغل)

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! House in order کریں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! یہ بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! آپ confiscate کریں۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! آپ نے کہا تھا کہ فون use ہو گا تو confiscate کریں گے۔

جناب سپیکر: جی، آپ intervene نہ کریں، میں خود اپنا کام کروں گا۔ جی، موکل صاحب! آپ بات کریں۔

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! میں صرف یہ مثال کے طور پر کہوں گا کہ میرے والد سردار حسن اختر موکل نے اپنی پرائمری موکل ہائی سکول یا موکل مڈل سکول سے کی۔ میں یہ reference صرف اس لئے دے رہا ہوں کہ ہمارے بزرگوار جو ہم سے بڑے اور پُرکھ تھے اُن لوگوں کی مثالیں تھیں کہ انہوں نے ٹاٹ والے سکولوں میں پڑھا ہے۔ ٹاٹ پر بیٹھنا شاید شرمندگی نہیں ہے لیکن اچھی اور قابل تحسین بات یہ تھی کہ اُس وقت کے استاد کی عزت تھی، اُس وقت کے استاد کو پتا تھا کہ اُس نے بچے کو تعلیم کیا دینی ہے؟ یہ buildings اگلی نسل نہیں بڑھاتیں، یہ buildings knowledge نہیں بڑھاتیں بے شک وہ دانش سکول ہو، ایچیسن کالج ہو یا وہ ٹاٹ والا سکول ہو جبکہ اصل اس کڑی کی سب سے مضبوط chain استاد، کتاب اور knowledge ہے۔ ہمارے اساتذہ کو آپ ٹریننگ دے رہے ہیں

کہ وہ انگلش پڑھیں گے لیکن اُن سے اردو نہیں پڑھی جاتی۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ ہم جو اربوں روپے لگا رہے ہیں اس میں ہم achieve کیا کر رہے ہیں؟ ہمارے استاد کی جو قابلیت ہونی چاہئے تھی وہ بُری سے بُری ہوتی جا رہی ہے۔ یہ buildings بنائیں اور missing facilities دیں جو پتا نہیں پوری ہوتی بھی ہیں یا نہیں، پتا نہیں سکول بنتے ہیں یا نہیں لیکن جو موجود ہیں ہم اُن کے لئے کیا کر رہے ہیں؟ ایک لمبی چوڑی تقریر آ جائے گی کہ ہم نے اتنے اساتذہ کی ٹریننگ کر دی۔ بھئی! ٹریننگ کی ہے تو کیا achieve کیا ہے؟ یہاں سب ماشاء اللہ بہت اچھے ایم پی ایز ہوں گے لیکن جو دو تین اچھے قابل ایم پی اے صاحبان ہیں وہ کہتے ہیں کہ سنی سنائی باتیں ہیں اور ہم کیسے وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس جا سکتے ہیں یا اُن کی میٹنگز میں کیسے بیٹھ سکتے ہیں؟ انہوں نے پچھلے سال ایک بات کی کہ Kips یعنی Key Performance Indicators ہوں گے اور ہر چیز پر indicator declare کیا جائے گا کہ یہ benchmark ہے لیکن وہ کون سے key performance indicators ہیں، ہمیں بھی بتائے جائیں؟ آپ تقریر نہ کریں اور میں نے اگر آپ کو یہ چیزیں بتائی ہیں تو آپ کی سرکاری ویب سائٹ سے یہ نکال کر دی ہیں لہٰذا آپ بھی میرے ساتھ مستند بات کریں اور اسے سرکاری چرچا تو نہ بنائیں۔ میں نے ابھی تک اگر کسی قسم کی کوئی غلط بات کی ہے تو آپ کہیں کہ میں چیلنج کرتا ہوں۔ میں نے مانا کہ چار ٹیبل ٹینس کورٹس ہوں گے بالکل ہوں گے لیکن key performance indicators کدھر ہیں؟ اب حالت یہ ہے کہ ہمارے اساتذہ یا ہمارے پورے structure پر pressure اتنا زیادہ ڈال دیا گیا ہے کہ بچے پاس کرو، induction 99 percent ہونی چاہئے اور اگلی کلاس میں پروموشن 99 فیصد ہونی چاہئے۔ اگر آپ کو independent organization آ کر کہتی ہے کہ آپ کا پانچویں کلاس کا بچہ دوسری کلاس کا حساب نہیں کر سکتا تو اس کو ماننے کے لئے کوئی تیار ہی نہیں ہوتا جبکہ یہ حقیقت ہے کہ آپ کا آٹھویں کلاس کا بچہ تیسری کلاس کی انگلش نہیں پڑھ سکتا۔ یہاں پر ڈنگ ٹپاؤ نہیں چلنا اور ہم کب تک اس خیال میں رہیں گے کہ ہمارا تعلیم کا نظام بڑا اچھا چل رہا ہے؟

جناب سپیکر! میں یہ حقیقت افسوس کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہم ہر غلط match میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں missing facilities اور ہم کہتے ہیں missing facilities، وہ کہتے ہیں سکول کی چار دیواری اور ہم کہتے ہیں سکول کی چار دیواری لیکن تعلیم کیا مل رہی ہے اور اس کا کون indicator دے رہا ہے؟ اگر ہمارے منسٹر صاحب کو پتا ہے تو ہمیں بتائیں۔ جس چیز کا مجھے پتا نہیں اُس کے متعلق میں سوال نہیں کروں گا۔ مجھے بتائیں کہ بچے out of school کیوں ہیں؟ وہ اس لئے ہیں

کہ اُن کے پاس قاعدے نہیں ہیں اور اس لئے ہیں کہ اُن کے ماں باپ کہتے ہیں کہ دو وقت کی روٹی کھانے کے لئے ہم نے بچے کو کسی دکان پر لگانا ہی لگانا ہے۔ بھئی! جب تک ہم کسی چیز کی تہہ تک نہیں پہنچیں گے تب تک ہم اُس کا حل کیسے نکالیں گے؟ حکومت یہ ماننے کو ہی تیار نہیں کہ یہ issue ہے، جب وہ مانے گی نہیں تو issue کا حل کہاں سے آئے گا اور یہ کس وقت تک چلے گا؟ میں نے پہلے بھی یہ بات کی ہے اور اب دوبارہ یہی بات کرتا ہوں کہ ہم نے اس بجٹ پر پچھلا ہفتہ لگایا اور اس سے پہلے pre-budget session بھی کر لیا لیکن کوئی ایک چیز تو مجھے بتائیں اور منسٹر صاحبہ کھڑی ہو کر کہیں کہ ایم پی اے صاحب! آپ نے جو لمبی تقریر کی تھی اُس کے اندر سے یہ ایک یا آدھی چیز incorporate ہو گئی ہے۔ ہم کیوں بول رہے ہیں، کیوں وقت ضائع کر رہے ہیں اور کس کے لئے ضائع کر رہے ہیں؟ اب اگر میں نے یہ ساری تقریر کی ہے تو اس کے اندر میرے bragging rights نہیں ہیں۔ حکومت اگر اس چیز کو acknowledge کر لے گی تو بہتری کی بات ہے اور اگلے سال آکر ہمیں کہہ سکتی ہے کہ آپ نے یہ تین points دیئے تھے لہٰذا یہ کارکردگی ہے اور ہماری ویب سائٹ پر ایک digit یا ایک نمبر جو دیا ہوا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ میں آپ کے سامنے تقریر بھی کر سکتا تھا کہ دیکھیں یہ اتنے بچے out of school ہیں اور یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے لیکن میں نے اس بات کی بنیاد وہ بنائی ہے جو آپ کے محکمے کی ویب سائٹ بتا رہی ہے۔ میں بالکل یہ کہہ سکتا ہوں کہ اگلے پورے ایک سال میں کچھ اور کروں یا نہ کروں لیکن اس ویب سائٹ کے پیچھے ضرور پڑا رہوں گا اور دیکھوں گا کہ ان کی کتنی کارکردگی ہے؟ منسٹر صاحب آئیں اور مہینے بعد آکر کہیں کہ آپ کے چیلنج کو ہم قبول کرتے ہیں اور اس ویب سائٹ پر ایک چیز بھی غلط نہیں ہے۔ بھئی! اصل تصویر دکھائیں گے تو پتا چلے گا اور کیا یہ ہمارا حق نہیں ہے؟ ہم باتیں یہ کر رہے ہیں کہ سرکاری سکولوں کو ایسا ہونا چاہئے جبکہ محکمہ ہی آپ کو صحیح تصویر نہیں دے رہا تو پھر صحیح کدھر سے ہونا ہے؟ منسٹر صاحب ویب سائٹ پر جائیں گے تو یہی نمبر ہوں گے۔ میں ذمہ داری کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ اگر ان کے پاس پورے پنجاب کی کوئی سمری ہے تو اسی ویب سائٹ کی کاپی ہے۔ ہمارے پاس 78 ہزار کمرے نہیں ہیں اور جو موجود ہیں اُن کے ساتھ ہم کیا کر رہے ہیں؟ محکمے نے دھڑلے کے ساتھ جھوٹ بولا ہوا ہے جس پر آپ سب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس کو چیلنج کریں۔ میں حکومتی بنچوں سے یہ کہہ رہا ہوں کیونکہ آپ کی اور ہماری بھی ذمہ داری بنتی ہے کہ اگر محکمے نے غلط کیا ہے تو اُس کو defend کیوں کیا جا رہا ہے؟ منسٹر صاحب کھڑے ہو کر بالکل یہی کہیں گے کہ یہ سب ٹھیک ہے۔ میں اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں کروں گا اور آپ کی وساطت سے منسٹر صاحب سے request

کروں گا کہ ہم اربوں روپیہ لگارہے ہیں لیکن اس میں سے کچھ تو نکل آئے۔کیا ہمارے بچے سائنسدان نہیں بن سکتے، ہمارے بچے اتھلیٹ نہیں بن سکتے اور ہمارے بچے شاعر نہیں بن سکتے ؟

جناب سپیکر: آپ ہی سوچیں اور بتائیں کہ پھر 56-ارب روپے کو ختم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے تو اس کے کیا نتائج آئیں گے ؟

سردار وقاص حسن موکل: جناب سپیکر! آپ کو بھی پتا ہے کہ یہ cut motion اس لئے دی گئی ہے کہ بجٹ کم کیا جائے، یہ اس لئے ہے کہ آنکھیں کھولی جائیں اور منسٹر صاحب کی آنکھیں کھولی جائیں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔جی، آپ کی یہ 6 cut motions ہیں، کل 1:00 بجے تک آپ کے پاس وقت ہے اور یہ آپ کی مرضی ہے کہ آپ جتنا اجلاس چلائیں، اس کے بعد "گلوٹین" apply ہو گا۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! شکریہ۔میں سب سے پہلے آپ کے توسط سے مبارک دینا چاہوں گا کہ ایک سال بعد معزز وزیر تعلیم کی شکل دیکھنے کو نصیب ہوئی۔

جناب سپیکر: نہیں، اس ایوان میں اس طرح کی بات اچھی نہیں لگتی اور میں نے انہیں کئی بار دیکھا ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! ٹی وی پر ضرور نظر آتے ہیں۔

جناب سپیکر: چلیں، چھوڑیں اس بات کو اور اب آپ آگے چلیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! جیسا کہ میرے معزز ممبران نے بہت باتیں کیں۔یہ تو سنٹرل پنجاب کی بات ہو رہی تھی اور اگر سنٹرل پنجاب میں یہ حال ہے تو جب ہم جنوبی پنجاب پر آئیں گے تو وہاں پر کیا حال ہو گا؟ ویسے تو پاکستان مسلم لیگ (ن) کی حکومت یہ آٹھواں بجٹ پیش کر رہی ہے اور آٹھ سال سے ہم پڑھا لکھا پنجاب سُن رہے ہیں۔۔۔

MR SPEAKER: Order in the house, Order in the House.

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میں سامنے بیٹھے وزراء صاحبان کی seriousness دیکھ رہا ہوں کہ وہ ہنس رہے ہیں اور کوئی چیز نوٹ نہیں فرما رہے۔اگر انہیں کوئی احساس ہو۔۔۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ایسی کوئی بات نہیں ہے آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! ان کا ہمیں بھی پتا ہے کہ یہاں کچھ نہیں ہونا۔انہوں نے عددی اکثریت سے یہ بجٹ منظور کروالینا ہے لیکن میں حکومت کو یہ بات باور کرانا چاہتا ہوں اور ریکارڈ

پر لانا چاہتا ہوں کہ جنوبی پنجاب کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے خدارا اس کے متعلق سوچیں۔آج تیسرا بجٹ ہے، میں پچھلی اسمبلی میں نہیں تھا تو میں معزز وزیر تعلیم کو آج تیسرے بجٹ میں یاد دلوا رہا ہوں کہ میرا وہ حلقہ ہے جہاں ہائر سیکنڈری سکول تو دور کی بات ایک کالج بھی نہیں ہے، کیا یہ پڑھا لکھا پنجاب ہے؟ یعنی پورے حلقہ میں ایک کالج نہ ہو اور ایک ہائر سیکنڈری سکول نہ ہو تو اس پڑھے لکھے پنجاب میں انہی کی حکومت نے میرے حلقہ میں چک نمبر TDA/120 میں ایک سکول کی اپ گریڈیشن کے لئے 69لاکھ روپے کی رقم 2008 کے بجٹ میں رکھی اور 40لاکھ روپے خرچ ہوئے پھر اس کے بعد اس بلڈنگ کی طرف کسی نے نہیں دیکھا جو کہ اب بُھوت بنگلہ بنی ہوئی ہے اور میں پوچھتا ہوں کہ 2008 سے اب تک باقی پیسا کہاں گیا؟ وہ سکول وہاں کا ہائر سیکنڈری سکول نہ بن سکا اور وہ ہائی سکول ہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! یہ Question Hour نہیں ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میں یہ ایک بات نہیں کر رہا۔۔

جناب سپیکر: مہربانی آپ کی۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! اس میں مہربانی والی کیا بات ہے؟ آج بڑی مشکل سے معزز وزیر تعلیم آئے ہیں تو کاش وہ ہماری بات سن لیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب! ان کی بات سنیں اور آپ کی بات منسٹر ہی نہیں بلکہ سب سُن رہے ہیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! میرے حلقہ میں 64 پرائمری سکول ہیں جو Indus river کے مغربی طرف ہیں جہاں صرف 24 سکول ٹیچرز ہیں باقی سکول ٹیچرز نہیں ہیں اور سکول بند پڑے ہوئے ہیں۔یہ پڑھا لکھا پنجاب ہے اور کیا آپ یہی تعلیم دینا چاہتے ہیں؟ ہر سال ہمیں اربوں روپے کا بجٹ سنا دیا جاتا ہے، اس وقت بھی ہماری بہن منسٹر صاحبہ نے 310۔ارب روپے تعلیم کے لئے مختص کیا ہے اور پچھلے سال 15-2014 کے بجٹ میں سے جنوبی پنجاب میں ایجوکیشن کی مد میں ایک تہائی بھی خرچ نہیں ہوا جو کہ انتہائی افسوسناک بات ہے۔میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی کہا تھا کہ خدارا اگر آپ کی توجہ جنوبی پنجاب پر نہ گئی یا آپ جنوبی پنجاب کو نہیں دیکھنا چاہتے اور آپ کا صوبہ فیصل آباد یا جھنگ تک رُک جاتا ہے تو میں آج بھی کہتا ہوں، پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اور کہتا رہوں گا کہ خدا کے لئے جنوبی پنجاب کے پسماندہ اضلاع کو خیبر پختونخوا میں لگا دیں۔

جناب سپیکر: دیکھ بھال کے گھر پہنچنا۔(قہقہہ)

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! ہم literacy rate کی بات کرتے ہیں، جب ہمارے اساتذہ کو ان سڑکوں پر پُرامن احتجاج کرتے ہوئے گھسیٹا جائے گا، انہیں مارا جائے گا، ان پر پرچے دیئے جائیں گے، انہیں حوالات میں بند کیا جائے گا اور انہیں جبری ریٹائر کیا جائے گا تو کیا پڑھا لکھا پنجاب آگے بڑھے گا؟ انتہائی شرم کی بات ہے کہ ضلع لیہ میں اس وقت بھی تین سینئر ترین اساتذہ کو جن کے میں نام لے سکتا ہوں، کو جبری ریٹائر کر دیا گیا ہے حالانکہ ان کی تین تین سال سروس ابھی باقی تھی اور ان کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے لاہور میں آکر احتجاج کیا۔ پُرامن احتجاج ہر آدمی کا حق ہوتا ہے، جتنی آپ نے تنخواہ بڑھائی، missing facilities کے لئے تو پیسا دے رہے ہیں جو خرچ نہیں ہوتا۔ میں آپ کے توسط سے حکومت پنجاب کو یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ خدارا، خدارا میں کوئی تقریر نہیں کرنا چاہتا خدا کی قسم ہمارے معزز وزیر صاحب اور پارلیمانی سیکرٹری صاحب کبھی جھنگ سے آگے نکلیں۔ دریائے سندھ انہیں کچھ نہیں کہتا، ان کو کشتی پر نہیں بٹھائیں گے بلکہ لانچ پر بٹھائیں گے، ہم خود بیٹھیں گے تاکہ وہاں جاکر یہ وہاں کے حالات دیکھیں کہ وہاں پر تعلیم میں کیا ہو رہا ہے؟

جناب محمد زبیر خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! جب منسٹر صاحب کھڑے ہوں گے تو پھر ہم سب کھڑے ہوں گے۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! اگر اس معزز ایوان کو اسی طرح چلانا ہے تو جب منسٹر صاحب کھڑے ہوں گے تو ہم بھی سارے کھڑے ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: میں نے انہیں کب بولنے کی اجازت دی ہے بلکہ انہیں بٹھایا ہے۔

سردار شہاب الدین خان: جناب سپیکر! آخری بات کرنے لگا ہوں کہ missing facilities میں ہمیں یہاں بجٹ تقریر میں بتایا گیا کہ گرلز سکولوں میں تمام missing facilities موجود ہیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میرے حلقہ پی پی۔263 لیہ میں 35 گرلز پرائمری سکول ہیں جہاں toilet اور چار دیواری نہیں ہے۔ میں میاں محمد اسلم اقبال کی بات کو second کروں گا کہ اس ایوان میں جب غلط

figuresبتائے جائیں گے اور جھوٹ بولا جائے گا تو پھر کیا ہو گا، ہم اپنی بات تو کر سکتے ہیں۔ میں پہلے بھی گزارش کر چکا ہوں کہ جہاں آپ چار دیواری بنائیں، جہاں آپ missing facilitiesدیں، جہاں آپ toiletsبنائیں تو خدا کے لئے اپنے نام کی بڑی بڑی تختیاں ضرور لگائیں، خادم اعلیٰ صاحب کی لگائیں، اپنے ایم این ایز اور ایم پی ایز کی لگائیں لیکن خدارا ان حلقوں میں کام کریں جہاں سے پاکستان پیپلز پارٹی، پاکستان مسلم لیگ (ق)، پی ٹی آئی یا آزاد ممبران منتخب ہو کر آئے ہیں۔ تختیاں یہ ضرور لگائیں لیکن ان حلقوں کو توignoreمت کریں اور وہاں پر کام ہونے چاہئیں۔ بہت شکریہ

محترمہ شُنیلا رُوت: شکریہ۔ جناب سپیکر! آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں کچھ گزارشات ایجوکیشن کے حوالے سے کرنا چاہتی ہوں کہ اس کے لئے کل رقم جو مختص کی گئی ہے، کو کم کر کے ایک روپیہ کر دی جائے۔ اگر ہم اپنے ہی آئین کو دیکھیں اور پاکستان کے آئین کے آرٹیکل 25-A کے مطابق ہر پاکستانی بچے کا یہ حق ہے کہ اسے مفت تعلیم دی جائے۔ میں یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ پاکستان خود بہت سی ایسی universal treaties کا signatory ہے جہاں پر انہوں نے اس بات پر معاہدہ کیا ہے کہ ہم اسے عملی جامہ پہنائیں گے لیکن بڑے دکھ کی بات ہے اور میں carefullyیہ کہہ رہی ہوں کہ جب ہم بہت ہی اہم issueپر بات کر رہے ہیں جو کہ ایجوکیشن کا issueہے جو کسی بھی معاشرے اور ملک کی ریڑھ کی ہڈی ہوتا ہے اور ہمارا جو رویہ ہے وہ اتنا غیر سنجیدہ ہے۔

MR SPEAKER: Order in the house, order in the House

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! ہم اسمبلی میں اتنے casualموڈ میں بیٹھے ہوئے ہیں یہ پنجاب کی ایک highest bodyہے۔ ہم بات تو ایجوکیشن کی کر رہے ہیں جو کہ اتنا ضروری subjectہے اس پر رُونے کو جی چاہتا ہے کہ کیا حالات ہیں جن باتوں کو ہمارے معزز ممبران نے بے نقاب کیا اگر اُن کو دیکھا جائے تو لمحہ فکریہ ہے کہ ہم کس طرف جا رہے ہیں اور ہم نے کس طرح سے اس کو بہتر بنانا ہے؟ یہ تمام جو cut motionsہیں اس لئے نہیں دی جاتیں کہ اس کے اوپر ہنسا جائے، اس کو مذاق میں اُڑا دیا جائے بلکہ اس لئے دی جاتی ہیں تاکہ اس میں بہتری آسکے اور حکومت کو یہ موقع دیا جائے وہ اپنی غلطیوں کو دیکھ سکے اور اُن کو بہتر بنا سکے۔ میں ایوان سے درخواست کروں گی کہ مہربانی کر کے اس کو سنجیدگی سے دیکھا جائے اگر ہم پچھلے سال کے بجٹ کو دیکھیں ایجوکیشن کی مد میں 45 بلین روپے allocateہوئے تھے اُس میں سے ہم نے آدھا بجٹ خرچ کیا، ہم پنجاب میں پورا بجٹ بھی خرچ نہ کر سکے۔ کیا ہم نے سارے بچوں کو تعلیم دے دی ہے کہ ہمیں اس بجٹ کی ضرورت نہیں پڑی؟ اُس پیسے کو ہم نے نہ جانے کہاں

غائب کر دیا ہے کل جب میں اپنی بجٹ تقریر کر رہی تھی تو میرے بھائی وزیر اقلیتی امور جو ابھی آ رہے ہیں اُٹھ کر کہنے لگے کہ میں نے یہ کہا کہ پنجاب میں ایک بھی سکول تعمیر نہیں ہوا تو میں یہ budget book سے code کر رہی تھی یہ میری اپنی inventory نہیں تھی میں نے خود ایجاد نہیں کیا آپ کی budget books کہتی ہیں کہ آپ نے minorities کے لئے جو پیسے مختص کئے تھے اُس میں سے کوئی پیسا آپ نے خرچ نہیں کیا اور جہاں پر بھی آپ دیکھیں تعلیم اتنا important subject ہے جیسے میں نے پہلے کہا it is key to development آج ہم اپنے ملک کا جو حال دیکھ رہے ہیں جہاں دہشت گردی عروج پر ہے، نفرتیں بڑھ رہی ہیں ہمارے بچے drug addicts ہوتے جا رہے ہیں۔ ہمارے بچوں کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے ہم سب جانتے ہیں وہ اس لئے ہو رہا ہے کہ تعلیم کی کمی ہے، تعلیم کو ہم نے مذاق بنا لیا ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ جو مرضی اپوزیشن کے لوگ بولتے رہیں ہم نے کرنی تو اپنی مرضی ہے یہ بول بال کر چپ کر جائیں گے اور پھر ہم اپنا بجٹ پاس کروالیں گے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ یہ رویہ درست نہیں ہے۔ پنجاب میں 47 فیصد بچے out of school ہیں جو کہ تقریباً 12 ملین بچے بنتے ہیں 80 فیصد سکول جن کے پاس یہ facilities نہیں ہیں, boundary walls, security systems, electricity, washrooms furniture اور اُن کی بلڈنگ dangerous ہیں پینے کا صاف پانی وہاں موجود نہیں ہے۔ سب سے بڑی بات جس کی طرف میں آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں کہ پنجاب حکومت کے 62 ہزار سکول ہیں اور پنجاب میں پرائیویٹ سکولوں کی تعداد 80 ہزار ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہمارے پرائیویٹ سکول بڑھتے جا رہے ہیں اور حکومت جس کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کو تعلیم دے اُس کے سکول کم سے کم ہوتے جا رہے ہیں؟ پچھلے سال آپ نے ایجوکیشن کی مد میں ایک بھی سکول تعمیر نہیں کیا اور جب میں یہ کہہ رہی تھی تو منسٹر صاحب نے اُٹھ کر کہا کہ نہیں جی ہم نے اتنے سکول بنا لئے ہیں یہ آپ کی budget books کہہ رہی ہیں میں نہیں کہہ رہی ہوں آپ مہربانی کر کے اُن کو ذرا غور سے دیکھیں۔ میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ minorities نے خاص طور پر مسیحیوں نے تعلیم کے شعبے میں بہت خدمات سر انجام دی ہیں۔ پنجاب میں پیپلز پارٹی کی حکومت کے وقت ہمارے سکولوں کو nationalize کر دیا گیا تھا اور پھر جب دوبارہ denationalize ہوئے اُس میں حکومت نے nationalize سکولوں کو یہ کہا تھا کہ آپ کچھ رقم تقریباً 2 سال کی salaries جمع کروائیں۔ بہت سے سکولوں نے کروائیں اور کچھ سکول ایسے ہیں جنہوں نے رقم جمع کروا بھی دی لیکن وہ سکول آج تک واپس نہیں ہوئے۔ میں یہ دو سال سے کہہ رہی ہوں اب

یہ تیسرا سال ہے۔ میری یہ استدعا ہے کہ ان سکولوں جن میں Saint Francis school ہے، رنگ محل سکول ہے اور Marry college راولپنڈی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتی ہوں کہ یہ جو institutions ہیں یہ بہت اچھی خدمت سرانجام دے رہے تھے اگر حکومت کے پاس فنڈز بھی نہیں ہیں اور اُن کی will بھی نہیں ہے خرچ کرنے کی تو یہ سکول ہمیں واپس دے دیں ہم ان کو دوبارہ سے بحال کر لیں گے آپ دے کر تو دیکھیں بہاریں آجائیں گی۔ ہمارے تقریباً ستائیس institutions ایسے ہیں جس کی لسٹ بھی میں نے پچھلی دفعہ اپنی تقریر کے بعد ایجوکیشن منسٹر صاحب کو دی تھی انہوں نے مجھے یقین دہانی بھی کروائی تھی کہ ہم اس بارے میں کچھ سوچیں گے لیکن آج تک افسوس کے ساتھ کہہ رہی ہوں کہ کچھ بھی نہیں ہوا۔ مہربانی کر کے اس کی طرف بھی توجہ دی جائے۔ جیسے کہ میرے بھائی نے پہلے بات کی کہ دیکھیں ہم missing facilities کی بات کر رہے، furniture کی بات کر رہے لیکن میں سمجھتی ہوں کہ جو سب سے ضروری چیز ہے وہ آپ کی text books ہیں۔ آپ بچوں کو کون سا نصاب پڑھا رہے ہیں؟ بہت سی researches ہوئی ہیں جس میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ہمارے نصاب میں ایسی نفرت آمیز چیزیں درج ہیں وہ بھی میں نے پورا پلندہ منسٹر صاحب کو پچھلی دفعہ دیا تھا کیونکہ اگر ہم بچوں کو تعلیم دینا چاہتے ہیں، اُن کو اچھا شہری بنانا چاہتے ہیں، اُن میں قوت برداشت پیدا کرنا چاہتے ہیں اور اُن میں پیار محبت ڈالنا چاہتے ہیں تو پھر ہمارا نصاب بہتر ہونا چاہئے۔ اگر ہمارا نصاب اس طرح کا ہوگا جس سے نفرتیں بڑھیں گی تو پھر اس ایجوکیشن کا کوئی فائدہ نہیں اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ اس رقم کو ایک روپیہ کر دیا جائے کیونکہ جو کام آپ کے کرنے کے ہیں وہ تو آپ کر نہیں رہے اور جو نہیں کرنے کے ہیں وہ آپ کرتے جا رہے ہیں۔ میں آپ کی توسط سے یہ کہنا چاہوں گی کہ ہمارے بہت سے ایسے minorities کے علاقے ہیں جس میں سے میں صرف یوحنا آباد کا ذکر کرنا چاہوں گی کہ جہاں سے ہمارے خادم اعلیٰ الیکشن لڑے اور جیتے یہ اُن کے حلقہ میں آج بھی ایک گورنمنٹ سکول نہیں ہے۔ مہربانی کر کے minorities کو اس طرح سے نظر انداز نہ کیا جائے وہاں پر ڈیڑھ سے دو لاکھ کی آبادی ہے جو کہ Christians community پر مشتمل ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ وہاں پر ایک سکول ہونا بہت ضروری ہے۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں ایک بات کرنا چاہتی ہوں کہ آپ دانش سکولز بنائیں بے شک بنائیں اس میں کوئی ایسی بُری بات نہیں ہے لیکن جو ہمارے existing schools ہیں جو already exist کر رہے ہیں اُن کو پہلے بہتر بنائیں تاکہ عام بچہ جو گلی محلوں میں پھر رہا ہے، جو drug addict

بنتا جار رہا ہے، جو pick pocketer بنتا جا رہا ہے اور جو دہشت گرد بنتا جا رہا ہے جس کے اندر قوت برداشت ختم ہوتی جا رہی ہے اُن کو تعلیم دی جا سکے۔ اگر آپ گلیوں محلوں میں جا کر دیکھیں ہزاروں کی تعداد میں بچے گھوم رہے ہوتے ہیں اُن کے پاس کوئی facilities نہیں ہیں کہ وہ سکول جا سکیں۔ یہ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ایسے علاقوں کے بچوں کو سکول لے جانے کے انتظامات کرے اور آخر میں ٹیچرز کی بات کروں گی جیسے نصاب بہت ضروری ہے اسی طرح ایک سکول کے لئے ٹیچرز بھی بہت ضروری ہیں اور اگر ٹیچرز ریگولر نہیں ہیں یا وہ trained نہیں ہیں تو اُن کو گاہے بگاہے training دینا بہت ضروری ہے اُن کو refresher course کرانا، اُن کو on the job training دینا بہت ضروری ہے اور اُن کی حاضری بہت ضروری ہے۔ کیوں نہیں ہم biometric system شروع کرتے کہ جس کے ذریعے ٹیچرز کی حاضری لگائیں جیسے ہم نے صوبہ خیبر پختونخوا میں کیا ہے تاکہ ہمیں پتا لگے کے کتنے ٹیچرز سکول میں موجود ہیں ہم Laptop Schemes پر بڑا زور دیتے ہیں لیکن بہت سے بچے اور والدین یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس تو بچوں کو سکول بھیجنے کے لئے فیسیں نہیں ہیں ہم نے Laptop کو کیا کرنا ہے؟ اس لئے میرا خیال ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم یہ Laptop System کریں اس کو ختم کر کے ہم اُن بچوں کو جن کے ماں باپ فیسیں نہیں دے سکتے، بچوں کو سکول نہیں بھیج سکتے، یونیفارم نہیں لے کر دے سکتے یہ پیسا وہاں پر خرچ کیا جائے۔ Laptop تو بہت سے بچے جا کر بیچ آتے ہیں آپ بڑی خوشی خوشی اُن کو دیتے ہیں ایک ایک بچے کے پاس تین تین Laptop ہو گئے ہیں اور وہ جا کر دو بیچ آتے ہیں اس کا بھی کوئی monitoring system بنائیں اور اس کو طریقے سے کریں تو یہ بہتر ہو گا کہ آپ ان parents کو help out کریں جو اپنے بچوں کی فیسیں نہیں دے سکتے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! ان کو منع کریں یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ cross talk کیوں کرتے ہیں؟ آرڈر پلیز، آرڈر پلیز۔ آپ سننے کی ہمت رکھیں آپ نے جواب بھی دینا ہے۔

محترمہ شُنیلا رُوت: جناب سپیکر! یہ ان کا بہت غلط طریقہ ہے۔ شکریہ

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! میں نے بات تو نہیں کرنی تھی لیکن میں ایک لائن ضرور بولنا چاہتی ہوں۔ اگر آپ نے حکومتی پرفارمنس دیکھنی ہے تو میں نے آج سے تین سال پہلے یہاں کھڑے ہو کر اپنی پہلی تقریر میں ایک سکول این اے۔119 کو mention کیا تھا وہ سکول ڈیڑھ مرلے کا آج بھی

اسی پوزیشن میں ہے،اس کی کوئی بھی missing facility دور نہیں کی گئی۔یہاں آکر ان کا بھید کھل جاتا ہے کہ انہوں نے کتنی پرفارمنس کی ہے۔شکریہ

وزیرانسانی حقوق واقلیتی امور(جناب خلیل طاہر سندھو):جناب سپیکر!پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:منسٹر صاحب!آپ پوائنٹ آف آرڈر پرآنا چاہتے ہیں؟کچھ خیال کریں۔

وزیرانسانی حقوق واقلیتی امور(جناب خلیل طاہر سندھو):جناب سپیکر!میں نے ایک چھوٹی سی وضاحت کرنی ہے۔

جناب سپیکر:جی،کریں۔

وزیرانسانی حقوق واقلیتی امور(جناب خلیل طاہر سندھو):جناب سپیکر!یوحناآباد بہت بڑی آبادی ہے وہاں پر گورنمنٹ گرلز شہباز شریف ہائی سکول ہے وہ near to completion ہے،پندرہ بیس دن کے بعد اس کی inauguration ہوگی۔میں ان کو صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے بار بار بجٹ کا کہا ہے۔ہمیں پچھلے سال 50 کروڑ روپے بجٹ ملا تھا جب یہ پوچھنا چاہیں میں پورے ایوان میں بتادوں گا کہ وہ بجٹ کہاں کہاں پر لگا ہے اور کتنے لوگوں کو سکالرشپ دیئے گئے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!میں صرف ان کے لئے یہ شعر کہنا چاہتا ہوں:

اکثر دھوکا دے جاندے نے شکلوں ویکھے جاچے لوگ
سانوں آکے راہواں دسن اپنے گھروں گواچے لوگ
(نعرہ ہائے تحسین)

میاں محمد اسلم اقبال:جناب سپیکر!یہ شعر انہوں نے دسویں دفعہ پڑھا ہے،یہ کوئی اور شعر یاد کرلیں۔(قہقہہ)

قائد حزب اختلاف(میاں محمودالرشید):جناب سپیکر!میں ان کے لئے یہ شعر پیش کرتا ہوں کہ:

ان عقل کے اندھوں کو الٹا نظر آتا ہے
مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر:محترمہ!فائزاحمد ملک صاحبہ!

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! میں آج cut motion کے حوالے سے بات کرنا چاہتی ہوں اور میں ایک مختصر تجویز کے ساتھ یہ امید کروں گی کہ میری اس تجویز کو صرف مذاق سمجھ کر رد نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کو seriously adopt کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

جناب سپیکر: جی، جی، آپ فرمائیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! کیونکہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ اپوزیشن کی طرف سے جتنی تجاویز دی جاتی ہیں ان کو ہمیشہ ردی کی ٹوکری کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے دس پر بھی عمل کر لیا جائے تو سسٹم ٹھیک کام کرنے لگے گا۔ میں منسٹر صاحب کو یہ تجویز دوں گی کہ ہماری اس اسمبلی کے اندر دو طرح کے پارلیمنٹیرین موجود ہیں۔ کچھ ایسے پارلیمنٹیرین موجود ہیں جو پارلیمنٹ میں بہت active کردار ادا کر رہے ہیں ان میں male اور female بھی ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ اس ایوان کے اندر mostly خواتین reserve seats پر اپنا بھرپور کردار ادا کر رہی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میری تجویز یہ ہے کہ ایسے مرد حضرات جن کے پاس کوئی کام نہیں ہے اور وہ پارلیمنٹ میں آتے ہیں ان کو ان کے حلقوں کے اندر حکومت سکول assign کرے، منسٹر صاحب ان کی ڈیوٹیاں لگائیں، ان کو assignment دی جائے اور ہر مہینے اس assignment کو چیک کرنے کے لئے reserve seats سے دو خواتین کو اس کمیٹی کا حصہ بنایا جائے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب کے پاس ایسی کوئی power نہیں ہے۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! یہ میری suggestion ہے اور میں دعوے کے ساتھ کہتی ہوں کہ چار مہینے کے اندر پنجاب کے ہر علاقہ میں نہ صرف سکولوں کی بلکہ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی حالت بھی بہتر ہو جائے گی۔ یہ میرا چیلنج ہے، میں آج یہاں کھڑی ہو کر کہہ رہی ہوں کہ اگر یہ assignment ان ممبران کو دے کر ان کی monthly چیکنگ کی جائے کہ انہوں نے کیا improvement کی ہے۔ یہاں بات کی گئی ہے جس کی وجہ سے مجھے بڑا افسوس ہوا ہے اور اسی وجہ سے مجھے یہ suggestion دینا پڑی ہے۔ آج میرے ایک ممبر ساتھی نے باہر مجھے کہا کہ یہ جو 33 فیصد نمائندگی اس ایوان میں بیٹھی ہے اس کا مقصد کیا ہے۔ میں نے انہیں جو جواب دینا تھا وہ میں نے انہیں وہیں دے دیا تھا لیکن میں آج ایوان میں یہ suggestion دوں گی کہ monitoring کے لئے ان reserve seats کو رکھیں اور ان مرد

حضرات کو ڈیوٹیاں دیں تاکہ یہ سکولوں کی حالت بہتر کریں۔[********************]ان کے حلقے پانچ سال کے اندر درست ہو جائیں گے۔۔۔

جناب سپیکر: ان الفاظ کو کارروائی کا حصہ نہ بنایا جائے، یہ الفاظ کارروائی سے حذف کر دیئے جائیں۔ محترمہ! آپ کی مہربانی، ایسی بات اچھی نہیں لگتی۔ توہین آمیز باتیں اچھی نہیں ہوتیں۔ وہ ممبران ہیں اور وہ میرے لئے معزز ممبران ہیں۔ آپ بھی معزز ہیں اور وہ بھی اتنے ہی معزز ہیں، ایسی بات اچھی نہیں لگتی۔ جی، صدیق خان صاحب!

جناب محمد صدیق خان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! جو ایجوکیشن کی ڈیمانڈ ہے جس کا نمبر PC-21015 ہے جو اس پر cut motion دی گئی ہے میں اس کو support کرتا ہوں اور endorse کرتا ہوں۔ بجٹ 14-2013 میں allocation کی گئی تھی کہ ٹیچرز کو refresher courses کرائے جائیں گے۔ جس طرح quality education کی بات کی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جو اکیسویں صدی کے تقاضے ہیں، ٹیچرز قوم کے معمار ہیں انہوں نے قوم کو بنانا ہے کیا ان میں وہ professional capability موجود ہے کہ وہ ہمارے بچوں کو اس اکیسویں صدی کے جو چیلنجز ہیں اس کے مطابق تعلیم سے آراستہ کر سکتے ہیں؟ اس کے لئے سال 14-2013 کے بجٹ میں refresher courses کے لئے allocation کی گئی تھی لیکن میں یہ انتہائی افسوس سے کہوں گا کہ ایجوکیشن سٹاف کے refresher courses نہ کروائے جا سکے۔

جناب سپیکر! میں اس حوالے سے سمجھتا ہوں کہ آج ہمارا جتنا بھی ٹیچنگ سٹاف ہے وہ ہمارے بچوں کو ایجوکیشن نہیں دے سکتا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہمارے ٹیچرز جو ہمارے بچوں کے معمار ہیں جس نہج پر ان سے توقع کی جا رہی ہے، جو اکیسویں صدی کے تقاضے ہیں اس کے مطابق refresher courses نہ کروانے کی وجہ سے وہ ہمارے بچوں کو کوالٹی ایجوکیشن نہیں دے سکتے۔ اس کے ساتھ ساتھ آرٹیکل 25(a) کے مطابق اس ملک کا ہر بچہ جس کی عمر پانچ سے سولہ سال تک ہو سٹیٹ کی ذمہ داری ہے کہ اس کو تعلیم دی جائے لیکن پنجاب میں ایک کروڑ 20 لاکھ بچے جن کو تعلیم نہیں دی جا رہی میں سمجھتا ہوں کہ اس سٹیٹ کے ذمہ دار آرٹیکل 25(A) کی violation کر رہے ہیں، آئین کی خلاف ورزی کر رہے ہیں اور آئین سے غداری کر رہے ہیں اس لئے یہ جو allocation ہے جس کے

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

against cut motion دی گئی میں اس کی تائید کرتا ہوں، تصدیق کرتا ہوں اور اس کو support کرتا ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! پچھلے سال اور اس سال کے بجٹ کے اندر مجھے یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ان میں بڑا تضاد پایا جاتا ہے۔ پچھلے سال ایک سکیم جو اس گورنمنٹ نے دی کہ ہم تقریباً 4.8 ملین بچیوں کو مالی معاونت دیں گے وہ اس سال نظر نہیں آ رہی۔ میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ ایسی سکیمیں جو ہم لوگ بناتے ہیں تو کیا ان بچیوں کو ایک ہی سال مالی معاونت کی ضرورت تھی، کیا اگلے سال مالی معاونت کی ضرورت نہیں تھی؟ اگر ہم لوگوں نے ایسی سکیمیں بنانی ہوتی ہیں جو ہمیں محسوس ہوں کہ اگلے سال تک نہیں جاری رہ سکیں گی اور ناکام ہوں گی تو ہم ایسی چیزوں کو پہلے سوچ بچار کر کے کیوں نہیں لے کر آتے؟ یہ پیسا میرا یا کسی بھی ممبر کا ذاتی نہیں ہے یہ عوام کے خون پسینے کی کمائی ہے جو کہ ہم بذریعہ ٹیکس ان سے نچوڑ رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے ایک چیز پوچھنا چاہوں گا کہ اتنے سالوں سے ماشاء اللہ آٹھواں بجٹ یہ گورنمنٹ پیش کر رہی ہے تو کیا ایسی وجوہات ہیں کہ ہر سال یہ گورنمنٹ اور محکمہ missing facilities کو پورا کرنے کے لئے اربوں روپیہ رکھتا ہے؟ کیا وجوہات ہیں کہ تقریباً دس سال پورے ہونے کو آ گئے ہیں اور یہ missing facilities پوری نہیں ہو سکیں؟ اگر یہ پیسا جس طرح سے مختص کیا جا رہا ہے اگر اسی طرح سے یہ خرچ ہوتا اور صوبے کے ہر ڈسٹرکٹ میں لگتا تو میرے خیال میں آج آٹھویں بجٹ کے اندر missing facilities Head ہمیں دیکھنے میں نہ آتی۔ یہ عوام کا پیسا ہے اور ہمیں اور خاص کر اس ایوان کو چاہئے کہ وہ اس کو scrutinize کرے، وہ احتساب کریں اور پوچھے کہ یہاں پر صرف ایک روپیہ نہ کیا جائے بلکہ صرف ان سے یہ بھی پوچھا جائے کہ آج تک جو انہوں نے اربوں کھربوں روپے لئے ہیں وہ انہوں نے کدھر خرچ کئے ہیں؟ میں ایک example code کرنا چاہوں گا جو کہ مجھے کل بھی دیکھنے میں آئی۔ یہاں پر کچھ ماہ قبل پارلیمانی سیکرٹری برائے ایجوکیشن نے میرے ساتھ commit بھی کیا تھا کہ وہ میرے حلقہ کا دورہ کریں گی کیونکہ میں نے چیلنج کیا تھا کہ سوال کا جواب غلط ہے۔ وہ آج تک تو آ نہ سکی لیکن وہ اس ہاؤس میں بھی آنے سے چلی گئی۔ وہاں پر جو سکولز ہیں جن کی دیواریں نہیں ہیں لیکن فرنٹ کی دیوار شاید آپ کو نظر آ جائے مگر side کی پھر بھی کچی گارے کی تین تین اور چار چار فٹ کی دیواریں ہیں اور وہ demolished ہیں۔ وہاں پر دربار صلاح الدین ایک جگہ اور موضع ہے وہاں پر ایک سکول ہے جس کے اندر سایہ تک نہیں ہے اور کلاس روم تک نہیں

ہے۔ صرف ایک عدد واش روم ہے اور اس کی three quarter کے قریب دیواریں تیار ہیں۔ یہ ہماری missing facilities کا criterion ہے؟ پچھلے سال ہم لوگوں نے کہا کہ تیس ہزار کے قریب ٹیچرز بھرتی کئے گئے اور اس سال انہوں نے پھر بجٹ کے اندر لکھا ہے کہ تیس ہزار اور ٹیچرز بھرتی کئے جائیں گے۔ پچھلے سال کے تیس ہزار ٹیچرز کدھر ہیں، سکولوں کے اندر ابھی تک اساتذہ پھر کیوں نہیں complete ہو سکے اور کیا ایسی وجوہات ہیں کہ وہ تیس ہزار ٹیچرز پچھلی دفعہ آئے وہ آکر کدھر غائب ہو گئے؟ وہ انسان تھے یا فرشتے یا کیا تھے؟

جناب سپیکر: یہ Question Hour تو نہیں ہے۔ آپ cut motion پر آئیں۔

جناب احسن ریاض فتیانہ: جناب سپیکر! اس کے علاوہ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ڈیپارٹمنٹ کی performance تو بالکل سامنے ہے کہ آئے دن نئے سے نئے پرائیویٹ سکولز کھلتے جا رہے ہیں۔ ہر گلی اور محلے کے اندر with out regulation کوئی بھی بندہ اٹھ کر سکول کھول لیتا ہے اور لوگ اپنے بچے اس میں بھیج رہے ہیں۔ یہ اس چیز کو صاف واضح کرتی ہے کہ عوام کا اعتماد اس حکومت اور اس ایجوکیشن سسٹم پر کتنا زیادہ ہے کہ عوام اپنے بچوں کو ان پرائیویٹ سکولوں میں بھیج رہی ہے لیکن سرکاری سکولوں میں نہیں بھیج رہی۔ میں یہاں پوچھنا چاہوں گا کہ یہاں کوئی ممبر یا وزیر اٹھ کر بتا دے کہ جس کے بچے اس وقت سرکاری سکول میں پڑھتے ہوں؟ ماشاء اللہ یہاں پر ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے اعلیٰ عہدیداران بھی بیٹھے ہیں ان میں سے کوئی بتا دے کہ ان میں کسی کے بچے سرکاری سکول میں پڑھتے ہوں؟ یہ کیسا تضاد ہے کہ ایجوکیشن چلانے والے اور ایجوکیشن بنانے والے خود اپنے بچوں کو تو ان سکولوں میں نہیں پڑھانا چاہتے لیکن وہ چاہتے ہیں کہ عام آدمی کے بچے ان سکولوں کے اندر جا کر پڑھیں۔ چلیں! میں فنڈز پر تو بات نہیں کروں گا کہ کتنے کس محکمہ نے پیسے utilize کئے کیونکہ میرے بہت سارے ممبران بتا چکے ہیں اور repeat کرنے کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں laptops پر بات کرتا ہوں۔ یہ حکومت اتنے لاکھوں laptops دے رہی ہے اور ہر سال دیتی آ رہی ہے۔ ہمارے اپنے سکولوں کے اندر computer labs نہیں ہیں تو ہمیں پہلے اپنی computer labs بنانی چاہئیں نہ کہ ہم لوگوں کو دو دو، تین تین laptops per student دے دیں۔ یہاں سکروٹنی کوئی نہیں ہے اور اس پر کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں ہے کہ ایک بچہ جس کے پاس laptop ہے اور وہ حکومت نے دیا ہے اس کو دوبارہ laptop اگلے سال کیوں دینا ہے؟ اس کی بجائے کسی اور بچے کو دیا جائے تاکہ laptop سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہو سکیں اور زیادہ سے

زیادہ عوام کو فائدہ پہنچ سکے۔اس ملک اور صوبے کے اندر ہماری یوتھ اور آنے والے لوگ صحیح طرح ایجوکیشن حاصل نہیں کر رہے اس کی main reason ہمارے اساتذہ اور ٹیچرز ہیں۔ میرے خیال میں ہمارے ٹیچرز تعلیم دینے کے علاوہ ہر کام کر رہے ہیں۔اگر پولیو کے قطرے پلانے ہیں وہ ان ٹیچروں نے پلانے ہیں،اگر الیکشن کرانے ہیں تو وہ ان ٹیچروں نے کرانے ہیں۔ میرے خیال میں کوئی بھی ایسا کام کرنا ہوتا ہے تو وہ ان ٹیچروں نے کرنا ہوتا ہے ماسوائے پڑھانے کے،کیا ایسی وجوہات ہیں کہ یہاں پر اور لوگ نہیں مل سکتے کہ ان ٹیچروں کو وہ کام کرنے دیا جائے کہ جس چیز کے لئے وہ بھرتی ہو کر آئے ہیں تاکہ ہماری آنے والی نسلوں کو پڑھا لکھا کر اچھی طرف لے جائیں۔اگر یہی performance رہی جو کہ اتنے سالوں سے ہم دیکھتے آ رہے ہیں اور چل رہی ہے تو میرے خیال میں اس ڈیپارٹمنٹ کو ایک روپیہ بھی اور نہیں دینا چاہئے۔ان کا احتساب کرنا چاہئے اور پوچھنا چاہئے کہ ان کے آج تک کے دیئے ہوئے پیسوں کو انہوں نے کدھر غائب کیا ہے؟میں آپ کے توسط سے یہ کہنا چاہوں گا کہ kindly آپ اس پر بے شک اسمبلی کی ایک کمیٹی بھی بنائیں اور اس کو scrutinize کرائیں۔یہاں اتنی زیادہ مالی غبن کے حوالے سے جو چیزیں code کی گئی ہیں،اگر وہ مالی غبن جاری ہے تو اس پر ایکشن لینا چاہئے کیونکہ یہ عوام کا پیسا ہے اور اسے کسی کو کھانے کا حق نہیں ہے۔اگر good governance کے دعوے اصل میں حقیقت ہیں تو kindly اس پر ثابت کر کے دکھائیں اور اس پر کوئی رپورٹ لا کر اسمبلی میں دکھائیں تاکہ ہمیں بھی پتا چلے کہ ان لوگوں نے اس پر کچھ کر کے دکھایا ہے۔ شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر!۔۔۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!میں اپنی گفتگو کا آغاز۔۔۔

جناب سپیکر: جی، میں نے نام تو محترمہ کا لیا تھا۔ چلیں! آپ کی مرضی ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں اپنی گفتگو کا آغاز آئین کے آرٹیکل نمبر 251 سے کرنا چاہتا ہوں۔ میرے ہاتھ میں The Constitution of the Islamic Republic of Pakistan ہے اس کے آرٹیکل نمبر 251 کا جز (1) ہے۔

(1) The National language of Pakistan is Urdu and arrangements shall be made for its being used

for official and other purposes within fifteen years from the commencing day.

(2) Subject to clause (1), the English language may be used for official purposes until arrangements are made for its replacement by the Urdu.

جناب سپیکر! میں پورے ایوان بالخصوص وزیر تعلیم اور ان کے توسط سے وزیر اعلیٰ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ملک کے اندر اس وقت medium of education English ہے اور میں نے آئین کی کلاز 251 جو آپ کی خدمت میں پیش کی ہے اس کو سمجھنے میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ اس کے مطابق ملک کے اندر جتنے بھی تعلیمی ادارے---

جناب سپیکر: شاہ جی! cut motion پر آئیں۔ اس بارے میں بعد میں بات کریں گے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں cut motion پر بات کر رہا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ English medium of education unconstitutional ہے۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ حکمرانوں کے ذہنوں کے اندر جو بات سمائی ہوئی ہے کہ انگریزی کے بغیر ہم ترقی نہیں کر سکتے---

جناب سپیکر: جی، محترم! آپ cut motion پر آئیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں cut motion پر آ رہا ہوں۔ Ultimately cut motion پر آ کر بات ختم کروں گا۔ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس غلط medium of education کے نتیجے کے اندر جس stage پر بھی بورڈ کا امتحان ہوتا ہے، اگر بورڈ کا امتحان پرائمری کی سطح پر ہے تو آپ statistics نکال کر دیکھ لیں کہ سب سے زیادہ failure انگریزی زبان کے اندر ہے اور اس کے بعد mathematic کے اندر ہے۔ مڈل کے امتحان کو دیکھ لیں اس کے اندر بھی یہی کیفیت ہے۔ میٹرک کے بعد جو dropouts ہیں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بچے English medium کے اندر نہیں چل سکتے۔ یہ اتنا زیادہ پیسے کا ضیاع ہے---

جناب سپیکر: شاہ جی! cut motion پر آئیں۔ آپ مہربانی کریں۔ خدا کا واسطہ ہے آپ کیا کر رہے ہیں؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں cut motion پر بات کر رہا ہوں۔ یہ جو سرمائے کا اتنا زیادہ ضیاع ہے---

جناب سپیکر: جی، نہیں۔ یہ مناسب نہیں ہے۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! اس لئے ہم نے یہ گزارش کی ہے کہ اس پر cut لگائی جائے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ cut motion پر بات کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں cut motion پر ہی بات کر رہا ہوں۔ میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ آپ یہ اتنی زیادہ بڑی رقم ان کو دے رہے ہیں اور یہ انگریزی زبان کی ترویج اور انگریزی کے ذریعے سے تعلیم دینے کی جو کوشش ہو رہی ہے یہ deliver نہیں کر رہی، dropout ہو رہے ہیں اور اتنے خرچے کے باوجود علم بچوں کو نہیں پہنچ رہا۔ آپ دیکھیں جیسے جاپان، جرمنی، فرانس، اٹلی اور سپین میں ہے یعنی ہر جگہ پر ان کی اپنی زبان کے اندر تعلیم دی جاتی ہے، اس میں بچہ زیادہ بہتر طریقے سے تعلیم حاصل کرتا ہے اور علم کو سیکھتا ہے۔ اس وقت انگریزی ذریعہ تعلیم کے تحت اکثر ہمارے بچے "رٹا" لگاتے ہیں اور اسی پر ہماری گاڑی چل رہی ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پنجاب اور ملک کے اندر اس وقت یہی تعلیمی نظام چل رہا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تعلیم پر ہماری priority ہے، اس پر ہم خرچہ کرتے ہیں، ظاہر ہے ہم خرچہ کرتے ہیں. بجٹ میں allocation بھی کرتے ہیں ہمیں بھی اس حوالے سے معلوم ہے لیکن میں اس موقع پر ایک دو واقعات quote کرنا چاہتا ہوں۔ اشفاق حسین صاحب اس ملک کے بڑے مایہ ناز ڈرامہ رائٹر رہے ہیں، بہت upright آدمی تھے، انہوں نے اپنا ایک مشاہدہ quote کیا تھا جو میں نے روزنامہ "نوائے وقت" میں پڑھا تھا۔ وہ لاہور سے شیخوپورہ جا رہے تھے گرمیوں کے دن تھے، انہوں نے لکھا کہ راستے میں گاڑی پنکچر ہو گئی اور ڈرائیور نے سائیڈ پر لگائی، مجھے کہا کہ آپ ذرا اتر جائیں مجھے ابھی آدھا گھنٹہ لگے گا، آپ کسی درخت کے سائے کے نیچے کھڑے ہو جائیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب cut motion پر آ جائیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں cut motion پر ہی بات کر رہا ہوں۔ اشفاق صاحب نے کہا کہ میں گاڑی سے اتر گیا۔۔۔

جناب سپیکر: cut motion پر بات کریں. Please come to the cut motion.

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں نے دیکھا کہ سڑک کے سامنے درخت کے نیچے 60، 70 سال کا ایک بزرگ چارپائی ٹھوک رہا تھا اور ایک آٹھ نو سال کا خوبصورت بچہ جو اس کو assist کر رہا تھا، اس کو

ہتھیار پکڑ رہا تھا۔اشفاق صاحب نے کہا کہ میں road cross کرکے دوسری سائیڈ پر چلا گیا اور میں نے باباجی کو سلام کیا۔میں نے پوچھا کہ یہ بچہ کون ہے؟اس نے کہا یہ میرا اپنا بیٹا ہے۔انہوں نے کہا کہ آپ اس عمر میں بچے کو کس کام پر لگا رہے ہیں۔اس کو آپ تعلیم کے لئے سکول میں بھیجیں۔باباجی نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہا باؤجی مجھے نہیں پتا کہ آپ کون ہیں لیکن میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ 1971 کے اندر پاکستان دولخت ہو گیا اس کو ان پڑھوں نے توڑا تھا یا پڑھے لکھوں نے توڑا تھا۔ اس نے کہا مجھے تو یہ موٹی بات سمجھ آئی ہے کہ پاکستان کو توڑنے کے ذمہ دار اس ملک کے پڑھے لکھے ہیں اس لئے میں ایسی تعلیم سے باز آیا میرا بچہ ایسی تعلیم حاصل نہیں کرے گا۔اشفاق صاحب نے کہا میں جب واپس آیا اور میں نے واپس آکر اگلے روز تمام یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں کو باباجی کا یہ سوال لکھ کر بھیجا،انہوں نے کہا کہ یہ مشاہدہ جو اس واقعہ کے حوالے سے میں لکھ رہا ہوں، کسی ایک وائس چانسلر نے اس حوالے سے جواب نہیں دیا۔

جناب سپیکر:شاہ جی،آپ cut motion پر بات کریں۔آج میرے خیال میں آپ کی ٹھیک طرح سے تیاری نہیں لگتی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!میں وزیر تعلیم رانا مشہود احمد خان سے گزارش کروں گا کہ تعلیم ہے مگر تربیت کدھر ہے؟آپ خود دیکھیں کہ آپ کا ہر ڈیپارٹمنٹ کرپشن کی دلدل کے اندر ہے۔

جناب سپیکر:آپ اس کی نشاندہی کریں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!ہمارے اس تعلیمی نظام سے جو لوگ نکل رہے ہیں،یہ کرپشن کر رہے ہیں،کمیشن لے رہے ہیں اور پورے نظام کو یہ جو financial corruption کی دیمک ہے اس کو کھا رہی ہے۔اس کے لئے مہربانی کریں اور تعلیمی نظام کے اندر اس کے لئے کوئی سوچ بچار کریں۔

جناب سپیکر:شکریہ

ڈاکٹر سید وسیم اختر:جناب سپیکر!آخری بات میں یہ عرض کروں گا کہ اس وقت ہمارا جو آئین ہے اس کے آرٹیکل 25(A) میں لکھا ہوا ہے کہ:

> The state shall provide free and compulsory education to all children of the age five to sixteen years in such manner as may be determined by law.

جناب سپیکر:اب آپ انگریزی میں کیوں پڑھ رہے ہیں؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ مجھے آئین کا یہ حوالہ انگریزی میں ہی ملا ہے اس لئے میں نے انگریزی میں ہی دینا ہے۔

جناب سپیکر: چلیں! come to the point.

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں یہ عرض کروں گا، آئین کا آرٹیکل (A)25 کہہ رہا ہے، اس کی روشنی میں یہ پوچھوں گا کہ یہ پرائمری سے لے کر میٹرک تک، تعلیمی ادارے جو فیسیں لیتے ہیں چاہے وہ پرائیویٹ تعلیمی ادارے ہیں یا سرکاری ہیں، اس کا کیا جواز بنتا ہے؟

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے یہ آئین کی خلاف ورزی ہے، ایسے پرائیویٹ تعلیمی ادارے ہمارے ملک کے اندر موجود ہیں جو تیس تیس ہزار روپے ماہوار فیس لیتے ہیں اور حکومت اس بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی۔ وہ اتنے powerful لوگ ہیں، ابھی چند روز پہلے کی بات دیکھ لیں حکومت نے ایک دو این جی اوز پر پابندی لگائی، امریکہ کا ایسا دباؤ آیا کہ دوسرے ہی دن پرائم منسٹر نے پابندی اٹھالی۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ خدیجہ عمر صاحبہ!

محترمہ خدیجہ عمر: شکریہ۔ جناب سپیکر! بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہاں پر بات کرنا چاہوں گی کہ موجودہ پنجاب حکومت مسلسل سات سال سے برسر اقتدار ہے۔۔۔

میاں محمد ثاقب خورشید: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! حکومت کے لئے اپنے منشور اور وعدوں پر سو فیصد عملدرآمد کرانے کے لئے ایک آئینی مدت دی جاتی ہے جو کہ پانچ سال کی تھی۔ موجودہ حکومت نے پچھلے پانچ سال میں اپنی آئینی مدت پوری کی اور اب اس tenure کے دو سال بھی پورے کر چکی ہے یعنی مسلسل سات سال سے موجودہ حکومت برسر اقتدار ہے۔ اگر میں 1985 سے لے کر 2015 تک کا calculate period کروں تو یہ تقریباً 30 سال بنتے ہیں۔ اس وقت میں صرف سات سالوں کی بات کروں گی۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آپ cut motion پر بات کریں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں اسی پر بات کرنا چاہ رہی ہوں کہ سات سال سے مسلسل یہ حکومت بر سر اقتدار ہے۔ آج یہ پورا ایوان، صوبہ expect کر رہا تھا کہ آج ان کے وزیر اعلیٰ جن کو خادم اعلیٰ کا خطاب دیا جاتا رہا ہے، وہ آج اس ایوان میں آئیں گے اور یہ بات کریں گے کہ آج پنجاب کی شرح خواندگی تقریباً 100 فیصد ہے۔۔۔

جناب سپیکر: وہ بھی آکر اپنی بات آپ کو سنائیں گے۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ کہوں گی کہ اگر وہ اپنا یہ ہدف پورا کرتے تو ہم یہاں پر ڈیسک بجا کر ان کو welcome کرتے ان کو خوش آمدید کہتے اور انہوں نے جو وعدے کئے تھے ان کو بھی پورا کرتے تو ہم ان کو یہاں پر ضرور appreciate کرتے۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! لیکن مجھے بڑے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج سات سالوں کے بعد بھی اگر وہ یہ کہتے کہ ان کی enrolment سو فیصد ہے، یہاں پر کوئی بھی سکول ایسا نہیں ہے جس کی چھتیں خراب ہوں، امتحانی نظام شفاف ہے اور ہماری ٹیکسٹ کی کتابیں بھی غلطیوں سے پاک ہیں تو آج ہمیں بہت فخر ہوتا اور آج ہم ان کو appreciate کرتے لیکن جو ground reality ہے وہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ 2007 میں پنجاب کی شرح خواندگی 62 فیصد تھی اب سات سالوں میں شرح خواندگی ایک فیصد کم ہو چکی ہے۔ اس کو کہتے ہیں good governance جس کے موجودہ حکومت نے دعوے کئے ہیں۔ جب ہم ایجوکیشن کے بجٹ کو سنیں تو اربوں کا بجٹ ہوتا ہے اور سب سے زیادہ افسوس کی بات ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کا اپنے شہر میں دو لاکھ نوے ہزار بچے سکول سے باہر ہیں، نہایت ہی افسوس کے ساتھ مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس شہر کے ایک سو ستائیس سکول ایسے ہیں جو خطرناک قرار دے دیئے گئے ہیں اور وہاں پر غریب لوگوں کے بچے پڑھ رہے ہیں۔ اب ہو گا کیا، خدانخواستہ کوئی ایسا حادثہ پیش آ جائے گا تو وزیر اعلیٰ صاحب کے پاس اس کا بہت آسان سا solution ہے۔ وہ پانچ لاکھ روپے کا چیک پکڑیں گے اور میڈیا وہاں پر پہلے سے موجود ہو گا، وہ جا کر اس کو پانچ لاکھ کا چیک دے دیں گے۔ جس کا بچہ چلا گیا ہے کیا وزیر اعلیٰ صاحب ان کے بچے کو واپس لا کر دے سکتے ہیں؟ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا بالکل بھی نہیں۔ کتنے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ پچھلے پانچ سالوں سے اس ملک میں یہ وتیرا بن گیا کہ جہاں کہیں کوئی حادثہ ہوتا ہے۔ (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کی معزز خواتین cut motion پر بات کریں کی نعرے بازی کرتی رہیں)

جناب سپیکر: اب آپ cut motion پر بات کریں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں cut motion پر ہی بات کر رہی ہوں۔

جناب سپیکر: آپ cut motion پر بات کریں۔ مہربانی، بہت شکریہ۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! افسوس کی بات یہ ہے کہ۔۔۔(قطع کلامیاں)

MR SPEAKER: Order please.

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ بات وثوق سے کہہ سکتی ہوں کہ یہ جو پانچ لاکھ کا چیک ہے۔

جناب سپیکر: آپ کٹ موشن پر بات کریں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں کٹ موشن پر ہی بات کر رہی ہوں۔

(اس مرحلہ پر حزب اقتدار کی معزز خواتین کٹ موشن پر بات کریں کی نعرے بازی کرتی رہیں)

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! جب وہ پانچ لاکھ روپے کا چیک کیش کروانے جاتے ہیں تو اکثر وہ چیک بھی bounce ہو جاتا ہے اور یہ کتنے افسوس کی بات ہے۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! میں یہاں پر یہ کہوں گی کہ سب نے بجٹ کے متعلق بہت detail سے بات کی figures بھی بتائے کہ کہاں کہاں کیا مسائل ہیں۔ اب میں رواں مالی سال کی بات کروں گی، مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ 24۔ارب روپے کا بجٹ جو پچھلے سال announce ہوا اور رواں سال میں ایجوکیشن کی مد میں صرف 14۔ارب روپیہ خرچ ہوا ہے، ہائر ایجوکیشن میں تقریباً 11.55۔ارب روپیہ مختص کیا گیا تھا جبکہ خرچ صرف 4۔ارب روپیہ ہوا ہے۔ اگر آپ اس کا totally calculate کریں تو یہ 30 فیصد بنتا ہے جو bad governance اور ایک مجرمانہ غفلت ہے۔ ہم میٹرو بس کے against نہیں لیکن اگر آپ اس کی مد میں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ ابھی بھولے نہیں؟ آپ ایجوکیشن پر آئیں۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں condemn نہیں کر رہی بلکہ ایک example دے رہی ہوں اور میں comparison کر رہی ہوں یہ ایک priority ہے، لاء اینڈ آرڈر، ہیلتھ اور ایجوکیشن کسی بھی good governance میں priority ہوتی ہے لیکن یہاں تو priorities بالکل برعکس ہیں۔

جناب سپیکر: مہربانی

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں یہ بات کرنا چاہوں گی کہ سات سال کی شاندار حکومت کے بعد اب صورتحال یہ ہے کہ پانچ سو ایسے سکول ہیں جن میں پینے کا صاف پانی نہیں ہے۔ ایک ہزار سکول بغیر ٹائلٹ کے ہیں آپ imagine کریں کہ بغیر ٹائلٹ کے ایک ہزار سکول ہیں۔ چھ سو سکول بجلی اور پنکھوں سے محروم ہیں، سات ہزار سکولوں کی عمارتیں انتہائی خطرناک قرار دی جا چکی ہیں، پچیس ہزار اساتذہ کی اسامیاں خالی ہیں، 32 فیصد سیکنڈری سکول لیبارٹری کی سہولت سے محروم ہیں، 14 فیصد پرائمری سکول boundary wall سے محروم ہیں۔ سات سال کے بعد بنیادی سہولتوں سے محروم شرم والی بات ہے۔ یہاں پر کسی نے یہ بات نہیں کی اس لئے میں وزیر خزانہ اور وزیر تعلیم سے ضرور پوچھنا چاہوں گی کہ ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے کہ لاہور میں 147 اور مجموعی طور پر تقریباً تین سو سکول ایسے ہیں جو کہ این جی اوز کے سپرد کر دیئے گئے ہیں۔ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ این جی اوز کے پاس ایسا کیا میکنزم ہے، ان کے پاس کون سی جادو کی چھڑی ہے جس سے ایجوکیشن بہتر ہو جائے گی؟ آپ اربوں روپیہ اپنے دفاتر اور ان کو facilitate کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں لیکن آپ ایجوکیشن کے لئے آہستہ آہستہ اپنی جان چھڑا کر جو کہ آپ کی اپنی responsibility ہے آپ یہ این جی اوز اور پرائیویٹ سیکٹر پر ڈال رہے ہیں تو میری آپ سے گزارش ہے کہ ان سکولوں میں جو بچے پڑھ رہے ہیں وہ ہمارے اس ملک کا future ہیں لہٰذا میں آپ کے توسط سے وزیر تعلیم سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ وہ این جی اوز کون ہیں اور کس basis پر ان کو یہ سکولز دیئے گئے ہیں اور یہ بھی بتائیں کہ۔۔۔

(اذانِ عصر)

جناب سپیکر: آپ اس کے لئے سوال دیں تو اس کا جواب لیں گے لیکن ابھی آپ cut motion پر بات کریں۔ مہربانی۔ وہ آپ کا حق ہے وہ جواب دیں گے اور میں جواب لوں گا۔

محترمہ خدیجہ عمر: جناب سپیکر! میں آخر میں یہی کہوں گی کہ آپ کی priority لاء اینڈ آرڈر، ہیلتھ اور ایجوکیشن ہے لیکن بہت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ موجودہ حکومت کی priorities میں یہ تینوں subjects شامل نہیں ہیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ

قاضی احمد سعید: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! ایجوکیشن کے حوالے سے اس cut motion میں یہ تحریک کہ اربوں روپے کی رقم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ اپوزیشن کی طرف سے یہ نہیں

ہے کہ انہوں نے یہ تمام باتیں ایجوکیشن کے خلاف کی ہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ ایجوکیشن کے حوالے سے جو پالیسی بنائی گئی ہے، جو پالیسی بنائی جاتی ہے اور اس پالیسی میں اربوں روپے ضائع کر دیئے جاتے ہیں اس پر اپوزیشن نے بات کی ہے۔ بات تو وہیں پر جائے گی معذرت کے ساتھ "بھینس کے آگے بین بجانا" میرا مقصد منسٹر صاحب کی طرف نہیں ہے بلکہ میرا اشارہ ان policy makers کی طرف ہے۔ پڑھو پنجاب، بڑھو پنجاب، لیپ ٹاپ، سولر سکیم، دانش سکول میں ان کے خلاف نہیں ہوں۔

جناب سپیکر: کب سے؟

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ جو لوگ ان کو پالیسی بنا کر دیتے ہیں تو یہ بھی دیکھیں کہ جب ان سکیموں پر اربوں روپیہ لگایا گیا اس کی مثال دیکھ لیں کہ کتنے کروڑ روپے کے سولر دیئے گئے اور ان کی اشتہار بازی پر کتنے کروڑ روپے خرچ ہوئے؟ لیپ ٹاپ پر کتنے کروڑ روپے خرچ ہوئے اور اس کی اشتہار بازی پر کتنے خرچ ہوئے؟ کاش اپوزیشن کی طرف سے ان cut motions پر ایک تجویز پر بھی یہ عمل کر لیں۔ مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ میرا یہ لگاتار تیسرا tenure ہے، میں پالیسی بنانے والوں اور ارباب اختیار لوگوں کو مشورے دینے والوں سے پوچھنا چاہتا ہوں منسٹر صاحب موجود ہیں، لاء منسٹر صاحب موجود ہیں اور میڈم صاحبہ بھی موجود ہیں 2008 میں خان بیلا ڈسٹرکٹ رحیم یار خان میں چالیس پچاس سال بعد پانچواں گرلز ڈگری کالج بنا بلکہ جب سے یہ پاکستان بنا 65 سال ہو گئے ہیں پورے ڈسٹرکٹ میں چار گرلز ڈگری کالج تھے ہماری خوش قسمتی ہوئی کہ 08-2007 میں ارباب اختیار نے شفقت کی، رحم کیا اور خان بیلا میں گرلز ڈگری کالج بن گیا اور 2008 میں functional ہو گیا۔ یہ ایجوکیشن پر اربوں روپیہ خرچ کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ان کو یہ پتا ہے کہ آج سے پانچ چھ سال پہلے بننے والے کالج میں کیا انہوں نے ایک لیکچرار بھی تعینات کی ہے؟ جواب آئے گا کہ جناب پبلک سروس کمیشن کے ذریعے بھرتی ہوتی ہے۔ اس ڈگری کالج کو بنے سات سال ہو گئے ہیں اس میں صرف ایک پرنسپل ہے جس نے daily wages پر، پندرہ ہزار روپے ماہانہ پر طالبات hire کی ہیں اور سات سال سے اس کالج میں وہ طالبات پڑھا رہی ہیں۔ کہاں گیا اربوں روپیہ؟ ہمیں آپ سے اختلاف نہیں ہے۔ ہم جب ساؤتھ پنجاب کی بات کرتے ہیں تو اس لئے کہتے ہیں کہ ہمیں ایچیسن جیسا کالج دو، ہمیں جی سی جیسا کالج دو، ہمیں پنجاب یونیورسٹی جیسی یونیورسٹی دو۔ یہ ریکارڈ کی بات ہے کہ آٹھ سال ہو گئے گرلز ڈگری کالج خان بیلا میں ایک لیکچرار بھرتی نہیں ہو سکی۔ ارباب اختیار اس کا کیا جواب دیں گے؟ ہم اس لئے کہہ رہے ہیں کہ جو policy maker بیٹھے ہیں یہ پالیسیاں بنا کر چیف ایگزیکٹو کو دیں گے،

چیف ایگزیکٹو کہیں گے کہ اس پر عمل کریں۔ابھی ایک فاضل محترمہ بتا رہی تھیں کہ کتنا بڑا صوبہ ہے، کتنا بڑا ڈیپارٹمنٹ ہے۔

جناب سپیکر!لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ پچھلے سال 30فیصد بجٹ ایجوکیشن پر خرچ ہوا ہے۔اب اس 30فیصد میں ان policy makersسیکرٹریوں کے دورے،contingencyکے خرچے شامل ہیں اور باقی بچا کھچا سات،آٹھ یا دس فیصد بجٹ تعلیم پر خرچ ہوا ہوگا۔میری محترمہ وزیر خزانہ سےsubmissionہے کہ تعلیمی اداروں میںmissing facilitiesکو پورا کیا جائے۔مثال کے طور پر گورنمنٹ بوائے ہائر سیکنڈری سکول خان بیلا میں کئی سو بچوں کے بیٹھنے کے لئے چھت میسر نہیں اور وہ درختوں کے سائے میں بیٹھتے ہیں۔رحیم یار خان میں کئی ایسے سکول ہیں کہ جہاں پر ٹائلٹ،گیٹ،چار دیواری اور بجلی نہیں ہے۔میں تنقید نہیں کر رہا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ ان کو check and balanceمیں رکھیں۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا ہے لہٰذا جو لوگ آپ کو پالیسی بنا کر دیتے ہیں یا اس پر عملدرآمد کرنے کے ذمہ دار ہیں ان پر check and balanceبھی رکھیں۔آٹھ سال قبل دس کروڑ روپے کی لاگت سے گرلز ڈگری کالج خان بیلا بنا تھا لیکن وہاں پر ابھی تک ایک لیکچرار کی تعیناتی بھی نہیں کی گئی۔ارباب اختیار اس کا کیا جواب دیں گے؟

جناب سپیکر!میں آخر میں آپ کی وساطت سے ارباب اختیار کی نذر یہ شعر کروں گا کہ:

تیکوں گاوے کھیر پلائم پیتے پانی کھارے
میڈی روہی ترسی رہ گئی تیڈے شہر فوارے
واہ تیرے بھائی چارے واہ تیرے بھائی چارے

جناب سپیکر:جی،منسٹر صاحب!

وزیر سکولز ایجوکیشن/ہائر ایجوکیشن(رانا مشہود احمد خان):اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!یہاں پر مطالبہ زر نمبرPC-21015بسلسلہ مد تعلیم و پر کٹوتی کی تحریک پیش ہوئی ہے۔میں اس حوالے سے یہ کہوں گا کہ پنجاب میں ایجوکیشن پر جوfocusرہنا چاہئے تھا ماضی کے اندر وہ نہیں رہا۔جب2008کے الیکشن میں پنجاب کی عوام نے پاکستان مسلم لیگ(ن)پر اعتماد کرتے ہوئے ہمیں آمریت کے بعد دوبارہ حکومت دی تو ہماری طرف سے فوری طور پر ایک تاریخ ساز دور کا آغاز کیا گیا۔حکومت کی طرف سے شعبہ تعلیم،سکولوں اور دوسرے تعلیمی اداروں پر خصوصی توجہ دی گئی۔پنجاب کے اندر پہلی دفعہ stock-takeکیا گیا،dataتیار کیا گیا کہ پنجاب کے اندر کتنے سکول ہیں

اور ان کے اندر کن کن basic facilities کی کمی ہے۔ دو سال کے عرصے میں پورے پنجاب کے سکولوں کا ایک stock-take کیا گیا اور سکولوں میں missing facilities کو پورا کرنے کے لئے سال 2010 میں ایک پروگرام شروع کیا گیا۔ صوبہ پنجاب میں 54 ہزار کے قریب سکولز ہیں۔ ایک data تیار کیا گیا اور پوری تفصیل اکٹھی کی گئی کہ کن سکولوں میں پینے کا صاف پانی، لیٹرین، فرنیچر، بجلی اور چار دیواری میسر نہیں ہے۔ اسی طرح کس کس سکول میں کتنے اساتذہ کی کمی ہے۔ شعبہ ایجوکیشن پر ایمرجنسی لگائی گئی۔ پہلے تو "پڑھا لکھا پنجاب" کے صرف جھوٹے نعرے لگائے جاتے تھے لیکن سال 2010 کے بعد عملی طور پر شعبہ تعلیم کی بہتری کے لئے اقدامات اُٹھائے گئے ہیں۔ میں یہ بات حکومت پنجاب یا قائد پنجاب کی طرف سے نہیں کہہ رہا بلکہ بین الاقوامی ایجنسیاں جو کہ پنجاب یا پاکستان میں تعلیمی نظام کو monitor کر رہی ہیں انہوں نے yearly basis کے اوپر اپنی رپورٹ میں یہ سب کچھ کہا ہے۔ حکومت پنجاب نے اس حوالے سے اپنے آپ کو self-accountable ٹھہرایا ہے۔ ابھی جس page یا website کی بات کی جاتی ہے اس کا وجود پہلے نہیں تھا۔ محکمہ تعلیم نے اپنے آپ کو پہلی دفعہ accountable ٹھہراتے ہوئے اپنی yearly progress کو عوام کے لئے open کیا۔ Right to Information Act آنے سے پہلے ہی سکولز ایجوکیشن نے اپنے دروازے عوام کے لئے کھول دیئے تھے۔ ہم نے یہ کام ایک novel approach کے ساتھ شروع کیا۔ ہر مہینے stock-take کیا جاتا ہے کہ تعلیمی اداروں میں کون کون سی facilities and resources provide کی جا رہی ہیں، ہر دو مہینے بعد وزیراعلیٰ پنجاب کے level پر ایک stock-take ہوتا ہے جس میں یہ دیکھا جاتا ہے کہ ہم کہاں پر کھڑے ہیں اور کہاں پر پہنچنا تھا؟ مجھے یہ بتاتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ جب ہم نے یہ stock-take شروع کیا تو ہم نے ایک way forward بنایا تھا۔ ہم نے futuristic approach رکھی تھی اور ایک وژن کے ساتھ اس سفر کو شروع کیا تھا۔ وہ وژن یہ تھا کہ ہمیں اپنے سکولوں میں missing facilities کو پورا کرنے کے لئے کتنے فنڈز درکار ہیں اور اگلے دو، چار یا دس سالوں میں اپنے ایجوکیشن سسٹم کو کھڑا کرنے کے لئے کتنے وسائل چاہئے ہوں گے؟ جب ہم نے 2010 میں اس پروگرام کا آغاز کیا تو اربوں روپے ہم نے missing facilities کو پورا کرنے کے لئے خرچ کئے۔ سال 2014 میں پنجاب کے اندر ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ کو متعارف کروایا گیا جس کی کامیابی کو دیکھتے ہوئے اب دنیا کے دوسرے ممالک اس کو as role-model اپنے ملکوں میں رائج کر رہے ہیں۔ یہ نہ صرف صوبہ پنجاب بلکہ پاکستان کے لئے فخر کی بات ہے۔

(معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "جھوٹ، سب جھوٹ" کی آوازیں)

اب ذرا صبر سے سُن لیں۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں، ان کو چھوڑیں۔

وزیر سکولز ایجوکیشن/ہائر ایجوکیشن (رانا مشہود احمد خان): جناب سپیکر! پچھلے ادوار میں سکولوں میں طالب علموں کی حاضری کبھی 61,65,67یا71 فیصد رہی ہے۔ خادم اعلیٰ پنجاب کی سربراہی میں کام کرتے ہوئے محکمہ سکولز ایجوکیشن کی انتھک محنت کی بدولت آج سکولوں میں طالب علموں کی حاضری92 فیصد ہو چکی ہے اور ہمارا vision and missionاس کو 98 فیصد تک لے کر جانے کا ہے۔ اسی طرح اساتذہ کی سکولوں میں حاضری پہلے 74 فیصد تھی آج اللہ کے فضل سے 93 فیصد ہو چکی ہے۔ یہ رپورٹ حکومت پنجاب کی نہیں بلکہ مختلف تنظیمیں جو کہ ہمیں monitor کرتی ہیں یہ ان کی رپورٹس ہیں اور اگر اس میں چھٹیوں کو نکال دیا جائے تو اساتذہ کی سکولوں میں حاضری100 فیصد بنتی ہے۔ اس کے بعد پنجاب کے 36 اضلاع کے اندر ہم ایک نیا نظام لے کر آئے اور ہم نے مختلف traffic lights کو symbol کے طور پر رکھا۔ ہم نے سکولوں میں پائی جانے والی missing facilities, teacher attendance, enrolment and retention کا احاطہ کیا، accountability شروع کی اور 2010 کے stock-take کے مطابق 36 اضلاع میں سے 35 ضلعے Red تھے۔ اس کے بعد ہم نے ان سکولوں میں missing facilities کو پورا کیا اور آج سال 2015 کے stock-take کے مطابق کوئی ایسا ضلع نہیں جو کہ Red ہو۔ آج پنجاب کے تمام اضلاع Green ہیں۔ یہ بھی بین الاقوامی تنظیموں کی رپورٹ ہے۔

جناب سپیکر! ہم نے اس سفر کا آغاز 2010 میں کیا، میں یہ نہیں کہتا کہ ہم نے تمام targets achieve کر لئے ہیں۔ یہاں پر بے تحاشا challenges ہیں اور ہم نے ان کو achieve کرنے کے لئے ایک way-forward بنایا ہے۔ اب اس کے لئے جن resources کی ضرورت تھی ان کو حاصل کرنے کے لئے ہم حکومت کے ساتھ بیٹھے اور حکومت کو اس حوالے سے ایک novel idea پیش کیا۔ پنجاب کے اندر پنجاب کی عوام کے تعاون سے پہلی دفعہ ہم نے سکولز ایجوکیشن کے لئے سکولز کونسل کے ذریعے یہ پیسا missing facilities کو پورا کرنے کے لئے دینا شروع کیا۔ Third-party evaluation کرائی تاکہ ایک شفاف طریقے سے وہ پیسا جو missing facilities کے لئے دیا جاتا ہے۔ وہ پیسا وہاں پر پہنچے اور اُس پیسے کا صحیح مصرف ہو۔ اُس کے بعد ہم نے یہ دیکھا کہ جن

سکولوں کے اندر challenges زیادہ ہیں، جہاں پر ہم سمجھتے ہیں کہ مزید resources کی ضرورت ہے وہاں پر ہم پہلے missing facilities کو پہنچانے پر زور دے رہے تھے لیکن اس سال ہم نے quality پر زور دینا شروع کیا ہے۔ Quality کیا ہے؟ اس پنجاب کے اندر ہم نے اڑھائی سالوں میں ایک لاکھ 40ہزار ٹیچرز کو میرٹ کی بنیاد پر بھرتی کیا اور اُن ٹیچرز کی بھرتی پر ایک انگلی نہیں اٹھی۔ اس بھرتی کے اندر پہلی دفعہ سائنس کے مضامین کے ٹیچرز پر focus کیا گیا یہاں پر ایم ایس سی، ایم فل، پی ایچ ڈی کے اندر میتھ، سائنس کیمسٹری اور بیالوجی کے ٹیچرز کی بھرتی کی گئی اور ٹیچرز کو انگلش کی training دی گئی۔ ہم نے different projects شروع کئے اور پہلی دفعہ ہوا کہ ہم نے پنجاب کے اندر in service training دی اور pre-service training بھی شروع کی۔ وہ ٹیچرز جو آج بھرتی ہو کر آ رہے ہیں آج اُن ٹیچرز کے معیار کو نہ صرف assess کیا جاتا ہے اور چونکہ وہ ٹیچر ایک transparent طریقہ سے آ رہا ہے اور ہم ہر سال 40ہزار ٹیچر بھرتی کریں گے کیونکہ ہر سال 25ہزار ٹیچر retire ہوگا اور 15ہزار ٹیچر نیا آئے گا اور اس طرح student teacher ratio کو بھی ہم maintain کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! ہم اس کے ساتھ ساتھ smart interventions لے کر آ رہے ہیں۔ Accountability کی جو بات ہوئی ہم نے ڈی ایم اوز اور اے ای اوز کو tablet دیئے ہوئے ہیں جن سے وہ monitoring کرتے ہیں۔ وہ جس سکول میں جاتے ہیں وہ اُس سکول کا data collect کرتے ہیں کہ اس وقت سکول میں بچے کتنے ہیں، ٹیچرز کتنے ہیں، missing facilities کی کیا صورتحال ہے اور ہر مہینے یہ data, electronically ہمیں submit ہوتا ہے۔ ہم نے ایک main dash board بنایا ہے وہاں پر پنجاب کے ہمارے تمام سکولوں کی condition سامنے آتی ہے۔

جناب سپیکر! ہم اس کے ساتھ ساتھ جہاں پر اور بہت زیادہ ہم innovations کر رہے ہیں وہاں پر ہم نے E-Learn Punjab کے تحت اپنے تمام syllabus کو digitalize کیا ہے اور ہائی سکولوں کے اندر ہماری جو چھ ہزار کمپیوٹر لیبز موجود ہیں اور ایلیمنٹری سکولوں کے اندر پانچ سو کمپیوٹر لیبز موجود ہیں ہم اپنے بچوں کو پائلٹ پراجیکٹ کے اندر کچھ سکولوں میں tablets بھی مہیا کر رہے ہیں تاکہ وزیراعلیٰ پنجاب کا E-Learn Punjab کا جو initiative ہے جس کے تحت آج ہم نہ صرف کتابیں مہیا کر رہے ہیں بلکہ ہماری کتابیں اب digital formation میں بھی موجود ہیں جو ہم provide کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا مسئلہ جہاں بجلی کی فراہمی کا تھا ہم نے پنجاب کے وہ پانچ ہزار

سکول identify کئے جو off grid تھے جہاں پر بجلی لے کر جانا ایک مہنگا سودا تھا وہاں پر ہم solar provide کر رہے ہیں تو یہ ہے وہ چمکتا دمکتا پنجاب، تعلیم کے ساتھ وابستہ پنجاب اور اپنے بچوں کے ساتھ ہماری یہ commitment ہے۔یہاں پر different figures پیش کی گئیں تو میں یہاں پر صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ اس وقت پنجاب کے سرکاری سکولوں میں پڑھنے والے بچوں کی تعداد 10.86 ملین ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے اندر ہم نے 1.8 ملین بچوں کو داخلہ دلایا ہوا ہے اور پرائیویٹ سکولوں کے اندر 9 ملین بچے پڑھ رہے ہیں اس طرح ہم پورے پنجاب کے اندر 22.46 ملین بچوں کو تعلیم دلوا رہے ہیں اور National Institute of Population Studies کے مطابق پنجاب میں پانچ تا سولہ سال کی عمر کے 30.6 ملین بچے ہیں یہ وہ figure ہے جو تمام اداروں کی طرف سے آئی ہوئی ہے اس کے مطابق out of school دیکھا جائے تو وہ 8.26 ملین ہے جس میں سے ہم 4 ملین بچوں کو اپنے سکولوں کے اندر لے کر آ چکے ہوئے ہیں۔ 3.6 ملین بچے خصوصی تعلیم، بنیادی اور غیر رسمی تعلیم اور آپ اگر کسی بھی وقت پنجاب کے سکولوں میں جائیں تو پنجاب کے سکولوں میں 2010 کے مقابلے میں کسی بھی دن 10 لاکھ بچہ زیادہ ملتا ہے۔ ہم نے اللہ کے فضل سے آج جو محنت کی ہے اور ہماری یہ جو کارکردگی ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا وژن، ہماری commitment اور حکومت کی commitment بہت clear ہے اور ہم نے اس پر نہ صرف تمام وسائل کو استعمال کیا ہے بلکہ ہم نے اُس کا بہتر استعمال کیا ہے۔یہاں پر key performance indicators کی بات ہوئی تو میں اپنے بھائی کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ Kip's کو بہت diligently follow کیا جاتا ہے۔ یہاں پر dangerous buildings کی بات ہوئی ہم نے اس سال ان کے لئے 15۔ارب روپیہ رکھا ہے۔ ہم نے جو way forward بنایا ہے اُس میں dangerous buildings سے لے کر جن سکولوں میں enrolment اچھی ہے وہاں پر additional class rooms سے لے کر، جن سکولوں کے اندر پڑھائی اچھی ہے وہاں پر additional funds دے کر، جن ضلعوں کے اندر girls child کا سکولوں میں جانے کا مسئلہ ہے اُن کو stipend دینے سے لے کر، جن بچوں یا بچیوں کو اپنی تعلیم جاری رکھنے میں مسئلہ ہے اُن کو پنجاب ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ جو اس وقت 15½۔ارب روپے کا فنڈ بن چکا ہے جس سے ایک لاکھ بچوں کی کفالت کی جاتی ہے اُن کی تعلیم کا خرچہ اُٹھایا جاتا ہے اور یہ ایک اس طرح کا پراجیکٹ ہے جو دنیا میں کہیں اور نہیں ہے اور اس پراجیکٹ کو اب دنیا میں follow کیا جا رہا ہے۔ ہم نے اس سال پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت 225 نئے سکول

بنائے جو یہاں پر بار بار کہا جاتا ہے کہ نئے سکول نہیں بنائے۔اب ہم بہتری اور ایک جدت لے کر آ رہے ہیں۔آپ اگر دیکھیں کہ ایک بچہ جو سرکاری سکول میں پڑھتا ہے اُس پر جتنی لاگت آتی ہے اُس سے آدھی لاگت کے اندر یہ پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ جو پوری دنیا میں چلتی ہے، جس کے اندر ہم نے بہترین اداروں کو اپناpartnerبنایا ہے اور ان اداروں کی مدد کے ساتھ ہم پنجاب کے اُن علاقوں کے اندر جہاں پر سکولز نہیں ہیں ہم نے اُن کا بھی پوراmapتیار کر لیا ہے۔اس وقت پنجاب میں پانچ ہزار سے زیادہ سکول پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت چل رہے ہیں جن کی تعداد میں اس آنے والے سال میں1500سکولوں کا اور اضافہ کیا جائے گا۔

جناب سپیکر!میری بہن نے ایک بات کی میں اُن کا بہت احترام کرتا ہوں وہ ہمارے ساتھ شروع سے اپوزیشن میں بھی رہیں لیکن اس پارلیمنٹ میں بیٹھے ہوئے تمام ممبران معزز ہیں اور ہر کوئی عوامی انتخاب کے طریق کار کے عمل سے گزر کر یہاں تک پہنچا ہے تو اُن کے بارے میں کوئی اس طرح کی بات کرنا لیکن حکومت کا یہ وژن ہے کہ ہم نےadopt schoolsکا جو کام شروع کیا ہے اُس کا آغاز ہم نے گورنمنٹ کے تمام سیکرٹریز سے کیا انہوں نے اور سکول ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کے لوگوں نےadopt schoolsکرنے شروع کئے۔ہم نےVC'sکو کہا کہ آپadopt schoolsکرنا شروع کریں اور وہ سکولadoptکریں جن کی حالت بہت خراب ہے اور ای ڈی اوز نے تمام ڈسٹرکٹس کے اندر اُن خراب حالت والے سکولوں کی نشاندہی کی تو نشاندہی کرنے کے بعد پہلےphaseمیں ہم نے یہ کیا۔

جناب سپیکر!دوسرےphaseکے اندر آج وزیراعلیٰ پنجاب نےadopt schoolsکئے ہوئے ہیں،منسٹرز نےadopt schoolsکئے ہوئے ہیں،parliamentariansنےschoolsadoptکئے ہوئے ہیں تو آج پنجاب کے نمائندے اپنے بچوں کی تعلیم کے ساتھ کھڑے ہیں، اُن کے بہتر مستقبل کے ساتھ کھڑے ہیں اور حکومت کی یہcommitmentبھی ہے۔یہ تمامparliamentariansاپنے حلقہ کے اندر جا کر سکولوں کاvisitکرتے ہیں،اُن کوmonitorکرتے ہیں اور ہم نے اس پرchecksرکھے ہیں کہ جو پیسا جاتا ہے اُس کو شفاف طریقہ سے کس طرح لگایا جانا ہے،اُس پیسے کا استعمال کس بہترین طریقہ سے کیا جانا ہے اور اُس کے ذریعے بچوں کو بہترین معیار کس طرح دینا ہے؟یہاں پر دانش سکول کی بات ہوئی میں اس ایوان کے ساتھshareکرنا چاہوں گا۔ زیادہ پرانی بات نہیں ہے چند مہینے پہلے کی بات ہے کہ امریکہ کے اندر ایک مقابلہ ہوا، وہ مقابلہenvironmentپر تھا اور اس پر ماڈل مانگے گئے تھے۔پاکستان کے اندرselectionایک

independentادارے کے ذریعے ہوئی اور short listing کے بعد دانش سکول حاصل پور کی بچیاں منتخب ہوئیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!ان بچیوں کا مقابلہ بڑے بڑے پرائیویٹ سکولوں کی chains سے تھا۔ ان بچیوں کا ماڈل پہلے نمبر پر آیا اور وہ امریکہ گئیں۔امریکہ میں سو سے زائد ملکوں کا مقابلہ تھا۔ان تین قوم کی بیٹیوں میں سے ایک بیٹی کے والد صاحب وفات پا چکے ہیں اور دو بیٹیوں کے والد مزدوری کرتے ہیں۔ قوم کی ان بیٹیوں نے وہاں پر جا کر پوری دنیا کے اندر پاکستان کو پانچویں پوزیشن دلوائی۔ یہ ہے وہ talentجو دانش سکول سے نکل رہا ہے۔یہ ہے وہ وژن جو وزیر اعلیٰ پنجاب اور حکومت پنجاب کا ہے کہ غریب کے بچے کو بھی اچھی اور معیاری تعلیم کا حق حاصل ہے۔جہاں پر ہم اپنے سکولوں کی حالت کو بہتر کر رہے ہیں، جہاں پر ہم نئے سکول لے کر آ رہے ہیں وہاں پر ہم پارٹنر شپ بھی کر رہے ہیں۔ ہم نے سکول ایجوکیشن کو آگے بڑھایا ہے۔اب یہ ایک بند دروازہ نہیں بلکہ کھلا دروازہ ہے جس کے اندر آ کر آپ بھی اگر سمجھتے ہیں کہ کہیں پر بہتری کی ضرورت ہے تو خدارا تنقید برائے تنقید نہ کریں کیونکہ یہ قوم کا مستقبل ہے جس کی بات ہو رہی ہے۔یہ آنے والے پاکستان کی بات ہو رہی ہے۔یہ پاکستان کے future leadersکی بات ہو رہی ہے اور ان کی تعلیم و تربیت کا ذمہ حکومت کا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جہاں میں نے ٹیچرز ٹریننگ کی بات کی وہیں پر ہم نے اپنے سلیبس اور نصاب پر بھی کام کیا ہے۔ ہم نے پہلی دفعہ ایک بورڈ بنایا ہے جس پر کابینہ کمیٹی بنی اور بطور وزیر تعلیم میں نے سیکرٹری سکول ایجوکیشن اور ہماری ٹیم نے پورا کام کیا۔ ہم نے اس میںeminent educationist، ادیب اور دانشوروں کو بٹھایا اور انہیں کہا کہ ہمیںpoint outکریں کہ ہمارے سسٹم کے اندر کس چیز کی کمی ہے۔ ہم نے عدم تشدد، فرقہ واریت کے خلاف اور پاکستانیت پر working کی تو کابینہ کی سب کمیٹی جو رانا ثناء اللہ خان کی سربراہی میں بنی تھی اس نے اسے دیکھا اور آج ہم نے اپنے سلیبس کے اندر انقلابی تبدیلیاں کی ہیں۔ آئندہ آنے والے دور کے اندر یہ بچے پاکستان کا سرمایہ بن کر ابھریں گے۔ ہم نے یہ جو ایک علم کی شمع جلائی ہے یہ روشن شمع پورے پاکستان کو منّور کرے گی۔اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اپنے ایگزامینیشن کمیشن کے سسٹم کو درست کیا اس کوrobustبنایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سال ہمارے کہیں پر paper out ہونے کی شکایت نہیں آئی اور objective system لے کر آئے ہیں کہ جو پڑھے گا وہی وہpaperدے سکے گا اس لئے بچوں کے اندر بھی پڑھنے اور آگے بڑھنے کی خُو پیدا کی ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں پر ہم نے سکول ایجوکیشن پر اتنا کچھ کیا ہے وہاں پر ہائر ایجوکیشن پر بھی کام کیا ہے۔یہاں بار بار لیپ ٹاپ کی بات ہوتی ہے۔آپ یقین کریں کہ پاکستان کے اندر آگے جانے کا ایک ہی راستہ ہے۔ پاکستان کی ترقی کا ایک ہی راستہ ہے کہ ہم تعلیم کے میدان میں ترقی کریں۔ ہم تعلیم کے میدان میں جھنڈے گاڑھیں اور دنیا کا مقابلہ صرف اور صرف تعلیم کے ذریعے کیا جاسکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حکومت نے جہاں پر یونیورسٹیوں کے سٹرکچر پر توجہ دی اور صوبائی ہائر ایجوکیشن کمیشن بنا کر یونیورسٹیوں کے لئے ہم نے standards متعین کئے۔ ہم نے یونیورسٹیوں کو باقاعدہ targets دیئے اور ہم نے کالجوں پر بھی کام کیا۔ ہم پنجاب کے اندر میرٹ کی بنیاد پر لیپ ٹاپ دیتے ہیں۔اگر اس میرٹ کی پالیسی پر پنجاب کے سو فیصد بچے بھی آجائیں تو ہم سو فیصد بچوں کو بھی لیپ ٹاپ دیں گے۔کیونکہ آگے جانے کا یہی طریقہ ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پنجاب میں ایک study ہوئی کہ لیپ ٹاپ کا بچوں کو کیا فائدہ ہوا ہے؟ یہاں پر خود نمائی کی بہت زیادہ بات کی جاتی ہے تو آپ یقین کریں اس لیپ ٹاپ کی وجہ سے کئی بچے آج اپنا کاروبار چلا رہے ہیں۔آج اپنے گھر کے لئے روزگار مہیا کر رہے ہیں۔آج آئی ٹی کی انڈسٹری میں پاکستان کی ترقی ہو رہی ہے۔ یہ آغاز 1997 میں میاں محمد نواز شریف نے optic fiber بچھا کر کیا تھا اور پاکستان میں انفارمیشن ٹیکنالوجی کا ایک revolution لے کر آئے تھے۔یہ قیادت کا وژن ہوتا ہے اور یہ visionary قیادت کی بات ہوتی ہے۔آپ کو بھی اس بات کی آج سے پانچ چھ سال بعد سمجھ آئے گی جب یہ بچے عملی طور پر پاکستان کے اندر کام کر رہے ہوں گے اور پاکستان کا نام روشن کر رہے ہوں گے۔

جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہم نے ایک اور کام نالج پارک کا شروع کیا ہے۔یہ حکومت پنجاب کا ایک انتہائی اہم پراجیکٹ ہے۔جنوبی کوریا میں 1980 میں نالج پارک بنا اور اس سے SAMSUNG جیسی کمپنی نے جنم لیا۔آپ جاپان اور چائنا کو دیکھیں ان ملکوں کی ترقی کے اندر نالج پارکس کا ایک بہت بڑا کردار ہے۔ حکومت پنجاب نے نالج پارک کے لئے یہ triple helix ہیں جس کے اندر انڈسٹری، academies اور ریسرچ کو اکٹھا کیا جا رہا ہے۔انشاء اللہ تعالیٰ یہ پنجاب اور پاکستان کی ترقی کا زینہ یہ نالج پارک بنے گا۔یہ وژن پھر ایک visionary leader نے دیا جو آئندہ کی سوچتا ہے، جو آگے کی سوچتا ہے، جو ترقی کی سوچتا ہے، جو ملک کو آگے لے کر جانے کی سوچتا ہے اور پاکستان کی ترقی کے لئے سوچتا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ایجوکیشن کے لئے جو بجٹ دیا گیا ہے کاش یہاں سے یہ بات ہوتی، آرٹیکل 140 کے تحت تو کہنا پڑتا ہے کہ ایک روپیہ کیا جائے لیکن کاش کوئی ایک ممبر اپنی تقریر میں کہتا کہ اس بجٹ کو

مزید بڑھایا جائے۔کوئی ممبر یہ کہتا کہ اس کے اندر مزید بہتری لائی جائے۔ہر ایک نے یہ کہا کہ اس کو ختم کر دیا جائے۔پنجاب کے اندر جو علم کی شمع جلی ہے اس نے پاکستان کو روشن کرنا ہے اور یہ شمع بجھ نہیں سکتی اس لئے یہ پیسے پنجاب کی تعلیم کے مستقبل کے لئے ضروری ہیں۔پنجاب کو آگے لے کر جانے کے لئے ضروری ہیں اور پاکستان کو دنیا میں اس کا کھویا ہوا مقام دلانے کے لئے ضروری ہیں۔بہت شکریہ

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو56۔ارب33کروڑ72لاکھ25ہزار روپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبرPC-21015 تعلیم کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔"

(تحریک نامنظور ہوئی)

جناب سپیکر:اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو56۔ارب33کروڑ72لاکھ25ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"تعلیم"برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر:اب وزیر خزانہ مطالبہ زر نمبرPC-21013 بابت پولیس پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر PC-21013

وزیر خزانہ(ڈاکٹر عائشہ غوث پاشا):جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ

"ایک رقم جو87۔ارب8کروڑ53لاکھ47ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو،گورنر پنجاب کو ایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016 کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015 کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"پولیس"برداشت کرنے پڑیں گے۔"

جناب سپیکر: یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"ایک رقم جو87۔ارب8کروڑ53لاکھ47ہزار روپے سے زیادہ نہ ہو، گورنر پنجاب کوایسے اخراجات کے لئے عطا کی جائے جو30۔جون2016کو ختم ہونے والے مالی سال16-2015کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادااخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد"پولیس"برداشت کرنے پڑیں گے۔"

اس مطالبہ زر پر کٹوتی کی تحریک آئی ہے جس کا میں پہلے ذکر کر چکا ہوں اس کا نمبر PC-21013ہے اور یہ پولیس سے متعلقہ ہے۔یہ تحریک میاں محمود الرشید اوران کے ساتھیوں کی طرف سے آئی ہے۔کیا سب کا نام لیناضروری ہے اگرآپ سمجھتے ہیں کہ ضروری ہے تو آپ کی مرضی ہے۔میرے خیال میں سب متفق ہیں۔انہوں نے کٹوتی کی تحریک پیش کی ہے کہ یہ رقم ایک روپیہ کر دی جائے۔

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتاہوں کہ:

"ایک رقم جو87۔ارب8کروڑ53لاکھ47ہزارروپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبرPC-21013 "پولیس"کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیاجائے۔"

جناب سپیکر: اب سوال یہ ہے کہ:

"ایک رقم جو87۔ارب8کروڑ53لاکھ47ہزارروپے کی کل رقم بسلسلہ مطالبہ زر نمبرPC-21013 "پولیس"کو کم کرکے ایک روپیہ کر دیاجائے۔"

MINISTER FOR FINANCE (**Dr Ayesha Ghaus Pasha**): Mr Speaker! I oppose.

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر!کیا اتنی بڑی رقم پولیس پراس لئے خرچ کی جارہی ہے کہ وہ پھر ماڈل ٹاؤن جیسے واقعات پیش کرے۔کیاپولیس کے لئے اربوں روپے اس لئے بڑھائے جارہے ہیں کہ وہ ڈسکہ جیسے حالات پیدا کرے یاراولپنڈی میں نہتے نوجوانوں پر گولیاں چلائے۔میں تنقید نہیں کررہاکیونکہ اچھے پولیس افسران بھی موجود ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ پنجاب میں ہر شخص اپنے آپ کو اوراپنی جان ومال کو غیر محفوظ تصور کررہاہے۔جب آپ آئی جی سے لے کر ایک ایس ایچ او تک کو پروٹوکول کے لئے استعمال کریں گے۔جب آپ پولیس کو اپنے ذاتی مفادات کے لئے استعمال کریں گے تو پھر ماڈل ٹاؤن جیسے

واقعات جس میں چودہ نہتے لوگوں کو شہید کیا گیا، ڈسکہ میں دو وکلاء پر گولیاں برسائی گئیں اور راولپنڈی میں دو نوجوان جو گزر رہے تھے ان پر فائرنگ کی گئی، ملک میں ہوتے رہیں گے۔ یہ حقیقت ہے کہ پولیس کو بہت سی duties دینی پڑتی ہیں جیسا کہ پروٹوکول کے لئے سینکڑوں کی تعداد میں نوجوان اور گاڑیاں درکار ہوتی ہیں جس میں ہائی کورٹس کے ججز اور منسٹرز کے پروٹوکول، bank duties and polio duties کے علاوہ بھی پولیس کی بہت سی duties ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ پچھلے بجٹ میں بھی ان کے لئے فنڈ بڑھایا گیا اور اس بجٹ میں بھی ان کے لئے فنڈز بڑھائے گئے۔ کیا ان کو گاڑیوں کا پٹرول نہیں ملتا، کیا ان کو گاڑیاں فراہم نہیں کی جاتیں، کیا ان کو وردیاں مہیا نہیں کی جاتیں یہ ان کی contingency نہیں ہے؟ اس کے علاوہ جو پنجاب پولیس کا حال ہے۔ یہ بات کرنے میں، میں کوئی امر مانع نہیں رکھتا کہ ان کی بے راہ روی سے پنجاب police state بن گیا ہے لہٰذا میں اس کا ذمہ دار ارباب اختیار کو سمجھتا ہوں کہ ان کو اس پر چیک اینڈ بیلنس رکھنا چاہئے تھا۔ پنجاب کے تھانوں میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے اور پولیس کی سرپرستی میں کیا کچھ نہیں ہو رہا ہے، ان حالات میں پنجاب کا شہری اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتا ہے، ایک قانون کا محافظ ایک وکیل اپنے آپ کو غیر محفوظ تصور کرتا ہے تو اتنی بڑی رقم اتنے بڑے فنڈ ان کو دینا میں سمجھتا ہوں کہ بڑی زیادتی ہے۔ (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

MR DEPUTY SPEAKER: Order in the House.

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! آپ جب پولیس کو ذاتی انا اور مفادات کی خاطر استعمال کریں گے تو میرے خیال میں پولیس پھر اپنے کام سے ہٹ جائے گی۔ پولیس اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر سکے گی۔ میری صرف اتنی گزارش ہے کہ جو ارباب اختیار لوگ ہیں جیسا کہ لاء اینڈ آرڈر کا ڈیپارٹمنٹ ہے اور پولیس محافظ ہے ان پر آپ رقم خرچ کریں لیکن ایسا نہ ہو کہ آپ ان کو اتنا سر پر چڑھائیں کہ جن لوگوں کی حفاظت کرنا ان کا فرض ہے ان پر وہ گولیاں برسانی شروع کر دیں۔ میں آپ کے توسط سے وزیر قانون کی نذر اس شعر کے ساتھ اجازت چاہوں گا۔

ہم آہ بھی بھرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ!

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: جناب سپیکر! شکریہ۔ میں چاہتی ہوں کہ پہلے شُنیلا آپا بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: محترمہ! آپ نے بات نہیں کرنی؟ جی، صدیق خان صاحب!

جناب محمد صدیق خان: جناب سپیکر! میں پولیس کی کارکردگی کو اس cut motion کے حوالے سے سپورٹ کرتا ہوں۔ 15-2014 کے بجٹ میں بھی پولیس کے perks and privileges میں اس صوبے کی عوام کے خون پسینے کی جو کمائی taxes کی صورت میں تھی اس میں ایک خاطر خواہ رقم پولیس ڈیپارٹمنٹ کے لئے رکھی گئی تھی بلکہ باقی اداروں کے نسبت امتیازی طور پر پولیس کے perks and privileges میں اضافہ کیا گیا گو میں یہ سمجھتا ہوں کہ پولیس کو بہت اہم ذمہ داریاں state کی طرف سے دی گئی ہیں کہ انہوں نے عوام کی جان و مال کا تحفظ کرنا ہے، انہوں نے مجرموں کو قانون کے شکنجے میں لانا ہے اور مجرموں کو سزا دلوانی ہے لیکن بدبختی سے پنجاب کی پولیس ایک سیاسی پولیس بن چکی ہے۔ یہ بھی ہماری بدبختی ہے کہ ہمارے آج کے حکمرانوں نے ہماری اس پولیس کو جو ذمہ داری دی ہے وہ ایک mission سے کم نہ ہے لیکن کچھ دن قبل ہوم منسٹر کی اسمبلی میں جو speech تھی اس میں he himself admitted that the Punjab police is involved in politics یعنی جس صوبے کا ہوم منسٹر خود اسمبلی میں اس کو admit کر رہا ہو کہ پنجاب کی پولیس میں کہیں نہ کہیں یا کسی نہ کسی حد تک سیاست موجود ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے اس مؤقف کو مزید تقویت ملتی ہے جس میں، میں یہ کہتا ہوں کہ یہ پولیس ان حکمرانوں کی tool بن چکی ہے۔ جو difference of opinion رکھنے والے لوگ ہیں اُن کو پولیس سے انصاف دلوانے سے قاصر ہیں، یہ پولیس مظلوم کو اُس کا حق نہیں دے رہی، ظالم کو انصاف کے کٹہرے میں لانے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور motivation نہیں رکھتی۔ اس تحریک کے ذریعے پولیس کے فنڈز کو demand کیا گیا ہے جس کے خلاف جو تحریک پیش کی گئی ہے اُس کو میں اس حوالے سے support کرتا ہوں کہ پولیس کی کارکردگی بالخصوص اس کا سیاست میں involve ہونا جس کی تائید موجودہ وزیر داخلہ پنجاب نے بھی کی ہے، جس کی میڈیا رپورٹنگ بھی ہوئی ہے وہ بھی میرے پاس موجود ہے اور اگر آپ کہیں تو میں آپ کے سامنے پیش کر دوں گا اس لئے میری بات کا بہت وزن ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ جتنے بھی یہاں ممبران تشریف فرما ہیں اس تحریک کی تائید میں اپنے ووٹ کا استعمال کریں گے۔ شکریہ

محترمہ سعدیہ سہیل رانا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! پہلے میں حسبِ حال ایک شعر عرض کرنا چاہتی ہوں کہ:

رزق اگلا ہے زمیں نے تو سبھی کا لیکن
پھر سرِ راہ یہ غربت کا تماشا کیوں ہے
روشنی جس کے پسینے سے جنم لیتی ہے
وہی مزدور اُجالے کو ترستا کیوں ہے

جناب سپیکر! پولیس کا یہ 87۔ارب کا بجٹ ہے بلکہ میں یہ کہنا چاہوں گی کہ یہ تاریخ ساز بجٹ ہم اپنی پولیس پر لگانے جا رہے ہیں تاکہ ہم پولیس گردی کو مزید مضبوط کر سکیں۔ وہ پولیس جو کبھی راولپنڈی میں دو معصوم بھائیوں کے قتل کا سبب بنتی ہے، ڈسکہ میں straight گولیاں مارنے کا سبب بنتی ہے اور ماڈل ٹاؤن واقعہ تو history میں اپنا ایک نام چھوڑ گیا ہے۔ ہم نے 87۔ارب لگا کر ایک ایسی فیکٹری لگائی ہے جہاں ہم ملزم بھیجتے ہیں اور وہاں سے وہ مجرم بن کر نکلتے ہیں۔ پولیس پر پیسا ضرور لگائیں کیونکہ پولیس وہ ادارہ ہے جو آپ کے معاشرے میں عام عوام کو تحفظ فراہم کرنے اور لوگوں کی حفاظت کے لئے ہے نہ کہ لوگوں کو لوٹنے کے لئے ہے۔ آج جب آپ باہر نکلتے ہیں تو جتنا ڈر آپ کو ایک گن پوائنٹ والے انسان سے ہوتا ہے اتنا پولیس والے سے بھی ہوتا ہے کہ اب نہ جانے یہ کیا کرنے والا ہے؟ ایک عام آدمی جرائم کی شکایت لے کر تھانے جاتے ہوئے دس بار سوچتا ہے کیونکہ اوّل تو عام آدمی کی ایف آئی آر کٹتی نہیں ہے اگر کٹ گئی تو کتنے پیسے لگیں گے اور کہیں یہ مجھے ہی نہ پھنسا دے۔ ایک تفتیشی ایس ایس پی، ایس پی اور ایس ایچ او کو بالکل بے کار کر دیتا ہے۔ اگر تفتیشی نے پیسے لے لئے ہیں تو آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایس پی کو بڑا کہا ہے کہ کیا کروں کیونکہ تفتیشی نے پیسے لے لئے ہیں، وہ قابو نہیں آ رہا اور بیس ہزار روپے لے کر بیٹھ گیا ہے؟ اسے بے شک I.O کہہ لیں اور اپنی زبان بولیں جو تھانوں میں بولی جاتی ہے۔ میں اُن کی بات کر رہی ہوں جو عام عوام سے deal کرتے ہیں اور روزانہ تھانوں میں جاتے ہیں۔ تفتیشی تفتیش کرتا ہے جو کبھی پوری نہیں ہوتی۔ لگتا ہے کہ آپ تھانے کچہریوں میں کبھی گئے ہی نہیں۔ آپ جا کر دیکھیں تو پتا چلے کہ عوام کس حال میں ہے، عوام بے چاری تو اس حال میں ہے ہی لیکن آپ تھانوں کا جا کر حال دیکھیں جو بدترین صورتحال میں ہیں۔ تھانوں میں ایک عام انسان کا پولیس کی موٹی وردی میں شدید گرمی میں بیٹھنا کیونکہ وہاں چھتیں ہیں، دروازے ہیں اور نہ باتھ روم ہیں۔ جب ہم proper پولیس سٹیشن نہیں بنا رہے اور پولیس کو facilities نہیں دے رہے تو یہ بجٹ

ہم کہاں لگا رہے ہیں، عوام کو پولیس سے سہولت میسر نہیں ہے تو پھر ہم بجٹ کہاں پر لگا رہے ہیں؟ ہم بجٹ لگا رہے ہیں کیونکہ last year ضمنی بجٹ میں ہمیں پتا چلا تھا کہ پولیس کے بجٹ میں سے لاکھوں روپے کا گھوڑا سعودی شہزادے کو گفٹ کیا گیا تھا اور لاکھوں روپے کا عقاب بھی گفٹ کیا گیا تھا۔ یہ ہے بجٹ کی وہ صحیح جگہ جہاں یہ لگنا چاہئے کیونکہ ہم نے اپنے آقاؤں کو بھی تو خوش رکھنا ہے۔ میں پولیس کے متعلق کیا بتاؤں کہ اُن بے چاروں کی اپنی کیا صورتحال ہے؟ اُن کی اپنی صورتحال یہ ہے کہ 15 ہزار پولیس والے 12 سال کی ملازمت کے بعد فارغ کئے جا رہے ہیں تو اُن کا کیا مستقبل ہے؟ وہ لوگ جو آپ کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں وہ کیسے کرپشن نہ کریں کیونکہ جب اُن کی جانیں جاتی ہیں تو ان کی families کو کون دیکھتا ہے؟ وہ ہماری جان بچانے کے لئے اگر بیٹھے ہیں تو اُن کا کیا مستقبل ہے کیونکہ 12 سال کی ملازمت کے بعد آپ اُن کو اٹھا کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ آپ باہر گیٹ پر پولیس والوں کو دیکھ لیں جن کے لئے ہمارے پاس ایک کولر لگانے کے لئے بجٹ نہیں ہے جس کے بارے ہم کہتے ہیں کہ ہم دیکھیں گے اور غور کریں گے۔ ہمارے پاس ایک میٹرو پر لگانے کے لئے لاکھوں کا بجٹ ہے، اپنی عیاشیوں اور وزراء کے tours کے لئے لاکھوں کا بجٹ ہے، ہمارے پاس وزیراعلیٰ ہاؤس کے دفتروں کے بہترین کھانے پکوانے کے لئے لاکھوں کا بجٹ ہے لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بے چارے پولیس والوں کے لئے کچھ نہیں ہے۔ ہم جس پولیس کی بات کر رہے ہیں اُن کے لئے بڑا انکشاف ہے شاید آپ لوگوں کے دل دھڑکیں اور شاید ہمیں لگے کہ ہم نے کیا کیا ہے؟ گزشتہ سال 2014 کے پہلے پانچ ماہ اور 2015 کے پہلے پانچ ماہ کے جرائم کی شرح نکالی جائے تو رواں مالی سال کے دوران جرائم کی شرح میں تقریباً 281 فیصد اضافہ ہوا ہے جو ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ میں تنقید برائے تنقید کرنے نہیں آئی کیونکہ یہ پولیس بھی ہماری ہے اور یہاں رہنا بھی ہم لوگوں نے ہے۔ ہم لوگ عام شہری ہیں جنہیں پولیس سے واسطہ کسی وقت بھی پڑ سکتا ہے اور پولیس کی ہمیں بھی حفاظت کے لئے ضرورت ہے۔ ہمیں غنڈہ گردی کے لئے اور اندھوں پر ڈنڈے برسانے کے لئے پولیس کی ضرورت نہیں ہے۔ پولیس آپ کی حفاظت کے لئے ہے نہ کہ وہ آپ کے لئے ہی خطرہ بن جائے۔ پولیس تھانوں میں ان پولیس والوں کو بھی آپ انسان سمجھیں اور یہ تھانے جنہیں آپ نے ملزموں کو مجرم بنانے کی فیکٹریاں بنائی ہوئی ہیں ان میں اصلاحی تبدیلیاں لے کر آئیں کیونکہ زمانہ بہت بدل گیا ہے۔ جیل پہلے اصلاح کے لئے بنائی جاتی تھی۔ یہ تھانے مجرموں کو پکڑیں، اُن کو بہتر انسان بنائیں اور اس سوسائٹی کا حصہ بنائیں نہ کہ ہم اُن کو بدترین بنا دیں کہ وہ ظلم و تشدد کی انتہا کر دیں۔ اس کے علاوہ ہم اپنے ذاتی پروٹوکول سے باہر نکلیں کیونکہ پانچ ہزار کی

نفری پروٹوکول پر لگی ہوئی ہے اور کرکٹ ٹیم آ گئی ہے تو پانچ ہزار نفری اس کے لئے لگی ہوئی ہے لیکن عام شہری کی حفاظت کون کرے گا؟ ان تمام حقائق کو دیکھتے ہوئے میں سمجھتی ہوں کہ بجٹ میں جو رقم مختص کی گئی ہے وہ اگر صحیح جگہ پر لگے تو ضرور لگنی چاہئے اور صحیح جگہ پر نہ لگے تو ایک روپیہ کر دینی چاہئے۔ شکریہ

محترمہ شنُیلا رُوت: جناب سپیکر! منسٹر صاحب بڑے خوش تھے کہ میں چلی گئی ہوں اور تقریر نہیں کروں گی لیکن میں آ گئی ہوں۔ شکریہ

جناب سپیکر! میں پولیس کے بجٹ پر کچھ گزارشات پیش کرنا چاہتی ہوں اور اس بات کو support کرتی ہوں کہ اس بجٹ کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر! معاملہ یہ ہے کہ پولیس کا جو ڈیپارٹمنٹ ہے، جس طرح سے ایجوکیشن بہت اہم ڈیپارٹمنٹ ہے تو اسی طرح یہ بھی بہت اہم ڈیپارٹمنٹ ہے اور اس کی بہت زیادہ اہمیت ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے صوبے میں خاص طور پر اس کے ناجائز اور غلط استعمال سے عوام بہت بیزار ہیں۔ اب لوگ حلقوں اور علاقوں میں دہشت گردی سے اتنے خوف زدہ نہیں ہیں جتنے وہ پولیس گردی سے خوف زدہ ہیں کیونکہ پولیس اپنی من مانی کرتی ہے، پولیس لوگوں کے گھروں میں گھس جاتی ہے اور کوئی چادر اور چار دیواری کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ پنجاب میں لاہور، راولپنڈی اور ڈسکہ میں ہونے والے بہت سے واقعات کا ذکر آپ نے سنا ہے لیکن میں دو تین واقعات کا ذکر ضرور کرنا چاہوں گی جن میں سے پچھلے سال نرسوں نے احتجاج کیا تھا، احتجاج کرنا ہر شخص کا آئینی حق ہے اور اگر ان بیٹیوں، بہنوں اور ہماری ماؤں نے احتجاج کیا تھا تو پولیس نے ان کے ساتھ جو ظلم و زیادتی کی اس کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی جس میں ایک نوجوان لڑکی جو حاملہ تھی، اس کا بچہ بھی ضائع ہو گیا تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ کس قسم کے رویے ہیں اور یہ کس قسم کے ہمارے محافظ ہیں جو ہماری ہی عزت کو لوٹ لیتے ہیں؟

جناب سپیکر! میں یہاں پر کوٹ رادھا کشن میں میاں بیوی اور ان کے ساتھ بچے کا بھی ذکر کرنا چاہوں گی کیونکہ آپ سب جانتے ہیں کہ میرا تعلق minority community سے ہے اور یہ لوگ میرے دل کے بہت قریب ہیں۔ وہاں پر جو بھی واقعہ ہوا اس میں پولیس ملوث تھی جو وہاں کھڑی ہو کر دیکھتی رہی اور کسی نے انہیں بچانے کے لئے آگے قدم نہیں اٹھایا۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج تک ان لوگوں کو کوئی سزا نہیں ملی۔ پھر جوزف کالونی میں بھی پولیس خاموش تماشائی بنی رہی اور انہوں نے لوگوں کو وہاں پر بھی ریلیف نہیں دیا۔ یہاں پر میں یوحنا آباد میں ہونے والے واقعہ کا بھی ذکر کرنا

چاہتی ہوں جو کہ بہت افسوسناک واقعہ تھا جہاں پر دو بچوں کی lynching ہوئی جسے میں سمجھتی ہوں کہ نہایت ہی تکلیف دہ اور painful واقعہ تھا لیکن وہاں پر پولیس موجود تھی اور آٹھ گھنٹے پولیس انہیں دیکھتی رہی اور میں سمجھتی ہوں کہ اتنی دیر میں تو پورے پنجاب کی پولیس وہاں آسکتی تھی لیکن پولیس نے کوئی ایسا قدم نہیں اٹھایا جس سے اس واقعہ کو روکا جاسکتا۔

جناب سپیکر! سیالکوٹ میں بھی جب lynching ہوئی تو وہاں پر بھی پولیس خاموش تماشائی بنی رہی اور ہم ان کے لئے اتنی بڑی رقم مختص کر رہے ہیں تو یہ کس بات کے لئے کر رہے ہیں؟ میرا خیال ہے کہ ان کی کبھی کوئی ٹریننگ نہیں ہوئی اور ان کے behavior titles اتنے ظالمانہ ہیں، ان کے روّیے اتنے خراب ہیں اور بڑی بدتمیزی سے بات کرتے ہیں۔ ابھی دو تین دن پہلے کی بات ہے کہ ہم کلرکوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لئے ان کے پاس گئے اور جب واپس آئے تو پولیس افسران یہ جانتے ہوئے کہ ہم ایم پی ایز ہیں، قائد حزب اختلاف ہمارے ساتھ ہیں، ہمیں گھوریاں نکال رہے تھے اور ہمیں اسمبلی کے اندر نہیں آنے دے رہے تھے۔ وہ اپنی ڈیوٹی نہیں کر رہے تھے بلکہ کسی کے فرمان کے مطابق اپنا کام کر رہے تھے جو میں سمجھتی ہوں کہ بہت بڑی زیادتی ہے۔ پولیس بُری طرح سے politicize ہو گئی ہے اور ہمارے ایم این ایز معذرت کے ساتھ میرے بھائی بہنیں ہیں اور میں خود بھی ایم پی اے ہوں لیکن ہم اپنا اثر ورسُوخ دکھاتے ہیں۔ جب تک ایم پی اے یا ایم این اے پولیس سٹیشن نہ جائے تو ایف آئی آر درج نہیں ہوتی اور ان کا کام نہیں ہوتا۔ میں سمجھتی ہوں کہ عام آدمی وہاں پر کیسے اپنا کام کروا سکتا ہے کیونکہ ایم این اے اور ایم پی اے ویسے ہی ہاتھ نہیں آتے لہذا میں سمجھتی ہوں کہ یہ پچھلے سے پچھلے سال پانچ سالہ سُنبل کا rape case ہوا تھا اور آج تک پولیس اس کے ملزمان کا پتا نہیں چلا سکی۔ یہ کیسی پولیس ہے، کوئی انوسٹی گیشن نہیں ہوئی اور کچھ پتا نہیں چلا کہ اس بچی کے ساتھ کس نے زیادتی کی اور کس نے ظلم کیا؟ بہت بڑے بڑے دعوے بھی ہوئے لیکن آج تک بچی پر ظلم ڈھانے والوں کا پتا نہیں چل سکا۔ ابھی تھوڑے دن پہلے 10 تاریخ کا واقعہ ہے کہ دیپالپور کی ساجدہ بی بی اسمبلی کے باہر آئی تھی جس کے ساتھ rape ہوا اور آج تک اس کا case رجسٹرڈ نہیں ہو سکا۔ کبھی ڈی پی او اُسے اے سی کے پاس بھیج دیتا ہے اور اے سی اُسے دوبارہ ایس ایچ او کے پاس بھیج دیتا ہے پھر پنچایت بٹھا دیتے ہیں لیکن اس لڑکی کے ساتھ جو ظلم ہوا اس کا آج تک case ہی درج نہیں ہوا جسے میں سمجھتی ہوں کہ یہ بہت بڑی زیادتی ہے۔

جناب سپیکر! اگر ہم پنجاب کے crimes profile کو دیکھیں تو all reported cases کی تعداد 2015 سے up to April 1209157 reported cases ہیں اور اس کے برعکس

پچھلے سال اپریل میں1208434 تھے لیکن اس دفعہ بڑھ گئے ہیں۔ پچھلے سال بھی ان کے بجٹ کو بڑھایا تھااور جرائم پہلے سے کم ہونے کی بجائے مزید بڑھ گئے ہیں۔لوگوں کے ساتھ جوcrime ہوا ہے اس کی تعداد 1406059 ہے جو کہ پچھلے سال اپریل میں یہ تعداد16656 تھی۔ اسی طرح پراپرٹی کے cases بھی بہت زیادہ بڑھ گئے ہیں جن کی تعداد29319 ہے، local and special laws میں بھی up to April تعداد53388 ہے اور 31781 miscellaneous ہیں۔ یہ ہمارے پنجاب کی report ہے، Punjab crimes profile, ہے اور یہ کسی این جی او یا کسی ایسے ادارے کی نہیں ہے۔ پھر all reported cases میں cases پہلے تو رجسٹرڈ ہی نہیں ہوتے اور یہ وہ ہیں جو رجسٹرڈ ہوئے ہیں۔ اب دیکھیں جو رجسٹرڈ ہیں ان کی شرح کتنی زیادہ ہے 1209157 یہ وہ تعداد ہے جو اپریل تک رجسٹرڈ cases ہیں۔اسی طرح سے جو چالان ہوئے وہ92082 ہیں under investigation 28141 ہیں cancelled 6940, untraced 1994 اور prosecution جو ہے 26973 acquitted ,convicted 29391 یہ ہمارے پنجاب کی crime کی پوزیشن ہے اور پھر ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ پولیس کے لئے اتنی بڑی رقم مختص کر دی جائے تاکہ پنجاب میں good governance کے جو دعوے ہیں اور لوگوں کی safety اور security کے جو معاملات ہیں ان کو دیکھیں تو یہ بہت بڑے figures ہیں۔

جناب سپیکر! میں ایک بات کہنا بھول گئی کہ یوحناآباد کے incident کے بعد پولیس نے وہاں پر جو پولیس گردی کی، لوگوں کے گھروں میں گھس کر ان کے بچوں کو وہاں سے اٹھایا، ایک ایک گھر سے چھ، چھ لوگوں کو اٹھا لیا اور بغیر کسی وجہ کے آج بھی ابھی تک یہ ایسے ہی ہو رہا ہے، لاء منسٹر صاحب یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں تو میں آپ کی وساطت سے ان سے یہ درخواست بھی کرنا چاہتی ہوں کہ مہربانی کر کے اس معاملے کو دیکھیں کیونکہ وہاں ہماری minority کے لوگ بڑے خوف زدہ ہیں اور ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ہاں جو لوگ ملوث ہیں انہیں آپ ضرور سزا دیں لیکن معصوم لوگوں کے ساتھ زیادتی نہیں ہونی چاہئے۔ وہاں سے لوگ اپنے گھر چھوڑ کر چلے گئے ہیں، اپنے گھر فروخت کر کے چلے گئے ہیں اور یہ تو بہت زیادتی ہے کہ ہمیں اپنے ہی گھر میں حفاظت میسر نہیں ہے so اس معاملے کو بھی میں سمجھتی ہوں کہ دیکھنے کی ضرورت ہے۔

جناب سپیکر! میرے پاس اور بھی بہت زیادہ figures ہیں، اگر ہم crime against property دیکھیں تو اس میں ڈکیتی کے صرف568 کیسز رجسٹرڈ ہوئے ہیں اور اس کا مطلب ہے کہ

ایسے مقدمات رجسٹرڈ ہی نہیں کر رہے۔ Robbery کے 5757،burglary کے 4550, theft صرف 606اس کامطلب یہ نہیں ہے کہ یہ بہت اچھی رپورٹ ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم رجسٹرڈ ہی نہیں کرتے۔ اگر آپ تھانوں میں جائیں اور وہاں پر تھانوں میں لگے ہوئے چارٹ کو دیکھیں، جتنی مرضی ڈکیتیاں ہو جائیں اس پر zeroہی آئے گا، وہ ایسے واقعات کو رپورٹ ہی نہیں کرتے اور وہ ایف آئی آر ہی نہیں درج کرتے۔ اسی وجہ سے لوگ تھانوں اور کچہریوں میں جانے سے بہت گھبراتے اور ڈرتے ہیں۔ Motor vehicle theft 5945, motor vehicles snatching 1675 اسی طرح سے اور crimes بڑھتے جارہے ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ پنجاب حکومت کو سات سال at a stretch ہو گئے ہیں جبکہ ہماری پولیس کی کارکردگی بہت ہی ناگفتہ بہ ہے اور بہت زیادہ خراب ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ سارے افسر ایسے ہیں، ہمارے کئی پولیس افسر بہت اچھے بھی ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ جو فنڈز ہیں اُس کو پولیس کی training کے لئے استعمال کرنا چاہئے، ان کو manners سکھانے چاہئے کہ خواتین سے کیسے بات چیت کرنی ہے ان کو تو خواتین سے بات کرنی بھی نہیں آتی بچوں سے بات کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے یہ جو اتنے پیسے آپ مانگ رہے ہیں مجھے نہیں پتا کہ آپ کس مد میں مانگ رہے ہیں اور ان پیسوں کے ساتھ کیا ہونے والا ہے جیسے پچھلے سال ہوتا رہا پنجاب کی عوام بہت پریشان رہی ہے۔ میں اس تحریک کو fully support کرتی ہوں کہ اس کو کاٹ کر ایک روپیہ کر دیا جائے تاکہ اس کو ضائع کرنے سے تو بہتر ہے کہ اس کو کسی اور جگہ پر لگایا جائے۔ بہت شکریہ

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ نے مجھے پولیس کے بجٹ کے حوالے سے بات کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ میں اپنی چند گزارشات آپ کے سامنے رکھ سکوں کہ اتنا heavy budget جو پولیس کو دیا گیا ہے یہ تیسرا بجٹ ہے اور پہلے دو بجٹ کے دوران جو پیسا استعمال ہوا ہے جس مقصد کے لئے یہ پیسا رکھا گیا تھا کیا وہ مقاصد حاصل ہو سکے اور ٹارگٹ achieve ہو سکے یا نہیں ہو سکے؟ ہر تقریر کے اندر، ہر جگہ پر، ہر سیمینار کے اندر، ہر ورکشاپ کے اندر، ائرپورٹ پر اور کسی public place پر معزز وزیر اعلیٰ کی ایک ہی بات ہوتی ہے کہ ہم تھانہ کلچر کو تبدیل کریں گے۔ 1985 سے لے کر 2015 تک ہم یہی سنتے آئے ہیں کہ تھانہ کلچر تبدیل ہونا چاہئے، تھانہ کلچر تبدیل کریں گے۔ 14-2013 کے اندر جو بجٹ پیش کیا گیا اُس کے اندر اُس وقت منسٹر صاحب نے جو statement دی تھی وہ میں آپ کے سامنے پڑھوں گا اُس کے بعد والے بجٹ کی statement بھی میں آپ کے سامنے رکھوں گا تاکہ سارا ایوان اس بات کا

تعین کرے کہ ہم جو تھانہ کلچر کی بات کرتے ہیں اس کو ہم کتنا تبدیل کر سکے اور اُس میں ہم کیا بہتری لے کر آئے ہیں یا ہم نیچے کی طرف جا رہے ہیں یا ہم بہتری کی طرف جا رہے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں جب تک امن وامان کی صورتحال کو صوبے کے اندر بہتر نہ کیا جائے اُس وقت تک کوئی انوسٹمنٹ نہیں آسکتی۔ ہماری بہن منسٹر صاحبہ نے فرمایا کہ ہم پرائیویٹ انوسٹمنٹ کا جو volume ہے اُس کو double کریں گے حالانکہ میرا سوال تھا کہ ہمیں بتایا جائے کہ اب GDP کی شرح کتنی ہے کہ ہم اس کو سات سے آٹھ فیصد کریں گے کیونکہ جب تک آپ کا امن وامان ٹھیک نہیں ہوگا آپ کے صوبے میں انوسٹمنٹ نہیں آسکتی اور لوگ یہاں سے دوسری جگہوں پر جانا شروع ہو جائیں گے تو میں سب سے پہلے بجٹ 14-2013 کے اُن جملوں کو ضرور پڑھوں گا کہ جو یہاں پر انہوں نے بڑے فخر کے ساتھ اُس وقت بیان کئے تھے اُس بجٹ کا صفحہ نمبر 7 ہے اس طرح تھانہ کلچر تبدیل کرنے کے لئے ماڈل پولیس سٹیشن کا منصوبہ بھی مسلم لیگ (ن) کے گزشتہ دور حکومت میں شروع کیا گیا تھا اس منصوبے کو بھی تیزی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے گا۔ ابھی تک حکومت پنجاب 100 پولیس سٹیشنوں کو ماڈل پولیس سٹیشن کا درجہ دے چکی ہے۔ اس کے ساتھ یہ تھا کہ ان ماڈل پولیس سٹیشنوں کے قیام کا مقصد عوام اور پولیس کے درمیان خود اعتمادی کی فضا کو فروغ دینا ہے تاکہ جو مقدمہ اگر درج نہیں ہو رہا تو عوام پولیس پر اعتماد کریں اور لین دین کر کے اپنا مقدمہ درج کروا لے کیوں کہ ویسے تو غریب آدمی کی تھانہ کے اندر سنی نہیں جاتی لیکن شاید قائداعظم کی تصویر والے نوٹ کے ذریعے اُس کی سنی جائے۔ یہاں پر بڑے بلند و بانگ دعوے کئے گئے یہ 14-2013 کا بجٹ تھا لیکن اُس کے بعد کیا ہوا وہ آپ کے سامنے ہے پولیس وہیں پر رہی اور حالات پہلے سے زیادہ بگڑ گئے۔ پھر 15-2014 کا بجٹ آیا تو اس کے صفحہ نمبر 9 پر یہ بڑے فخر سے بیان کیا گیا جو میں پڑھ دیتا ہوں یہ فخر کی بات تھی یا ٹارگٹ achieve نہ ہونے کے بعد شرمندگی کی بات تھی۔ سال 15-2014 کے دوران پولیس کے بجٹ میں 16 فیصد اضافہ کر کے اُسے 70۔ ارب 51 کروڑ روپے سے 81۔ ارب 66 کروڑ روپے کرنے کی تجویز پیش کی جا رہی ہے اُس وقت جو ہمارے منسٹر صاحب تھے اُنہوں نے پیش کی تھی۔ حکومت اس رقم سے بہتر تربیت جدید ساز و سامان کی فراہمی اور ٹیکنالوجی کے ذریعے پولیس کی استعداد کار کو بہتر بنانا چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ میں درمیان سے skip کرتے ہوئے جدید ترین کیمرے اور دوسرے آلات سے آراستہ کیا جائے گا، دہشت گردی سے نمٹنے اور امن وامان کی اضافی ضروریات کے لئے 5۔ ارب روپے کی خطیر رقم مختص کی گئی ہے، ایلیٹ فورس کے جوانوں اور افسروں کو خصوصی پروگرام کے تحت جدید ترین تربیت دی جا رہی ہے اور بدلتے ہوئے

حالات کی نزاکت کے پیش نظر حکومت نے ایلیٹ فورس کی افرادی قوت میں خاطر خواہ اضافے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ بجٹ15-2014 تھا اب ہم موجودہ سال میں آ گئے ہیں جس میں محترمہ منسٹر صاحبہ نے یہ بجٹ بیان کرتے ہوئے اس کے صفحہ نمبر16اور 17 پر جو چیز بیان کی تھی وہ میں آپ کے سامنے پڑھ دیتا ہوں تاکہ اُس کے مطابق پھر اس پر مزید بحث کر لی جائے۔ عوام کو روایتی تھانہ کلچر سے نجات دلانے اور ایک خوشگوار ماحول میں اُن کی شکایات کے فوری ازالے کے لئے صوبہ بھر میں مختلف مقامات پر 80پولیس سٹیشن قائم کئے جا رہے ہیں۔ خوشگوار ماحول تو یہ ہوگا جس کے ساتھ واردات ہوگی۔ ایس ایچ او کو پتا چلے گا وہ دروازے پر receive کرنے آئے گا تاکہ receive کر کے عزت کے ساتھ اُس کو اندر لے جا کر بٹھایا جائے گا اور اس کی بات سنی جائے گی۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ خوشگوار ماحول تو یہی ہو سکتا ہے جس کے ساتھ ڈکیتی ہوئی ہوتی ہے، جس کے گھر چوری ہوئی ہوتی ہے یا جس کے مکان و دکان پر قبضہ ہو گیا تو اُس کو ریاست نظر آتی ہے، ریاست کے ادارے نظر آتے ہیں جہاں سے وہ توقع کرتا ہے کہ یہاں سے مجھے انصاف ملے گا لیکن اگر وہ ادارے کھوکھلے ہو چکے ہوں، دیمک زدہ ہو چکے ہوں اور اُن اداروں کی رٹ نہ رہی ہو تو پھر ایک عام آدمی، غریب آدمی جو اس ملک کے اندر پاکستان کے آئین کی جو سبز رنگ کی کتاب ہے جس کے مطابق وہ زندگی گزار رہا ہے وہ کدھر جائے گا؟ یہاں پر میں یہ بھی بات کرنا چاہتا ہوں جو مزید انہوں نے آگے کی کہ 16-2015 کے لئے محکمہ پولیس کے بجٹ میں مجموعی طور پر 94۔ارب67کروڑ روپے مختص کرنے کی تجویز پیش کی جا رہی ہے۔ یہ رقم دوسرے اخراجات کے علاوہ جدید خطوط پر تربیت، جدید ساز و سامان کی فراہمی اور ٹیکنالوجی کے ذریعے پولیس کی کارکردگی کو بہتر بنانے پر صرف کی جائے گی۔

جناب سپیکر! دوسرے اخراجات کا جو لفظ استعمال کیا گیا اُس سے تو میں یہی سمجھتا ہوں کہ دوسرے اخراجات سے مراد یہ ہے کہ رائیونڈ روڈ کی جو سکیورٹی ہے، جاتی امرا کی سکیورٹی ہے اُس کے لئے جو last budget کے اندر میں نے تقریر کی تھی منسٹر صاحب نے اُس کو deny کیا میں اُس کو ثبوت کے ساتھ پیش کروں گا کہ انہوں نے کتنے پیسے وہاں پر کیمرے لگانے کے لئے، floodlight لگانے کے لئے وہاں پر ایک wall boundary, mesh wall boundary کے لئے رکھے گئے ہیں۔ جب آپ پولیس کی رقوم کو ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کریں گے، آپ اُس کو ذاتی بجٹ سمجھ کر استعمال کریں گے تو وہ عوام جو روزانہ ٹیکس دیتی ہے جو بازار سے چیز بعد میں خریدتی ہے پہلے ٹیکس دے کر آتی ہے کہ اس سے نظام حکومت چلے اور اپنے بچے کو گھر آ کر چیز بعد میں کھلاتی ہے وہ sales tax کی مد

میں یا دوسرے taxes کی مد میں وہ پیسے پہلے دے کر آتی ہے۔ یہ کہاں کا قانون ہے کہ ایک عام آدمی اگر دکان پر گارڈ نہ رکھے تو پولیس آ کر اُس کی دکان بند کر دیتی ہے کہ وہ پرائیویٹ گارڈ رکھے؟ اگر حکومت کرنے والے لوگوں کو اپنی جان و مال کا اتنا ہی ڈر ہے تو پھر وہ اپنے پرائیویٹ گارڈ کیوں نہیں رکھتے ایک دکاندار کی دکان تو بند کر دی جاتی ہے اس بنا پر کہ اس نے گارڈ نہیں رکھا لیکن جب حکمرانوں کی بات آتی ہے تو سینکڑوں میل تک جوان کے لمبے لمبے گھیرے بنے ہوئے ہیں وہاں پر رکھنے کے لئے پنجاب کی پولیس اور غریب عوام کی خون پسینے کی کمائی کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر صوبے کے اندر میرٹ کی اتنی بات کی جاتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ پولیس کے جو کمانڈر آئی جی ہیں انہیں بھی وہ لیٹر لکھتے ہوئے سو دفعہ سوچنا چاہئے تھا کہ میں عوام کے پیسے کو حکمران کو خوش کرنے کے لئے ان کی ذاتی جگہوں پر استعمال کر رہا ہوں۔ یہ انہیں سو دفعہ سوچنا چاہئے تھا۔ پولیس کی اس وقت جو بد ترین حالت ہے اس کی وجہ حکمرانوں کا پولیس کو اپنے ذاتی مقاصد کے لئے استعمال کرنا ہے پھر صوبے کے اندر امن و امان کی کوئی صورتحال نہیں ہو گی۔ آپ تھانوں کی حالت دیکھ لیں کہ وہاں عوام کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے، اپنی ایف آئی آر جو حقیقت پر مبنی ہوتی ہے اس کو درج کروانے کے لئے اسے کسی ایم پی اے، ایم این اے کی سفارش کی ضرورت پڑتی ہے یا علاقے سے معتبر لوگوں کو لے جایا جاتا ہے۔ اگر وہ بھی اس کو دستیاب نہ ہو تو فوری دستیابی انصاف کے لئے اس کو پیسوں کا استعمال کرنا پڑتا ہے۔

جناب سپیکر! پولیس کا کام Mission of the Punjab Police is prevention and deduction of crimes, maintenance of law and order and enforcement of the constitution of Pakistan ہے جبکہ ہم نے اس سے ہٹ کر کام کرنا شروع کر دیا ہے۔ جب آپ میرٹ کی بات کرتے ہیں تو یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ اگر آپ خود میرٹ follow نہیں کریں گے تو پھر کوئی بندہ بھی اس کو follow نہیں کرے گا۔ تبدیلی اوپر سے شروع ہوتی ہے کبھی نیچے سے شروع نہیں ہوتی۔ جب صوبے کے اندر 17 گریڈ کے بندے کو، 19 گریڈ کے اوپر اور 19 والے کو 21 گریڈ والے کے اوپر ترجیح دیں گے تو جو آپ کے سینئر آفیسر بیٹھے ہوئے ہیں وہ کیا کریں گے؟ کیونکہ آپ کو پتا ہے کہ میں 17 گریڈ والے آدمی سے بہتر کام لے سکتا ہوں۔ اسی طرح وہ بھی سوچتا ہے جو posting لیتا ہے کہ میں 17 والا 19 میں بیٹھا ہوں میری تو دس سال بعد باری آنی تھی اب میں enjoy کروں۔ پانچ چھ گاڑیاں کھڑی ہیں موجیں کروں۔ Unlimited پٹرول ہے، بڑا گھر ہے، بنگلہ ہے موجیں کروں۔ حکمرانوں کے جائز اور ناجائز احکامات پر عمل کروں بس وہ اس کی ڈیوٹی بن جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اس نے کیا کرنا ہے؟ جب آپ میرٹ کی پالیسی پر عمل کریں گے تو پھر ساری چیزیں ٹھیک

ہو جائیں گی۔ جب ایک ترازو میں سب کو تولیں گے تو معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ اپنے خاندانوں کی حفاظت کے لئے پنجاب پولیس میں جو اچھے اچھے آفیسر تھے، جو نوجوان تھے ان سب کو ہم نے اپنی ڈیوٹیوں پر لگا دیا ہے اب غریب عوام کہاں جائے؟ میں تو اس بارے میں ایک ہی شعر کہوں گا کہ:

بنے ہیں اہل ہوس مدعی بھی منصف بھی
کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

جناب سپیکر! تھانوں کی حالت زار یہ ہے کہ میں آپ کے سامنے لاہور کے حوالے سے تھانوں کا حدود اربع بیان کرنے کی جسارت کروں گا۔ پچھلے بجٹ کے اندر جو پیسے تھے، بجٹ کے اندر جو ماڈل تھانوں کی بات کی گئی وہ ہمیں تو کہیں نظر آئی نہیں۔ جو تھانے موجود ہیں اگر انہیں ٹھیک کیا جاتا، ان کے بیٹھنے کی جگہ ٹھیک کی جاتی، تھانوں کے اندر پبلک کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی۔ تھانوں میں پنکھے نہیں ہیں۔ جب ایک ایس ایچ او کا ایک تھانے سے دوسرے تھانے تبادلہ ہوتا ہے تو وہ اپنا سامان ٹرک بھر کرلے جاتا ہے۔ اس تھانے میں وہ اپنا بیڈ لگاتا ہے۔ اگر حکومت اس کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے ان تھانوں کو بہتر کرے گی اور تھانوں میں بیٹھے ہوئے انوسٹی گیشن آفیسر یا ایس ایچ او کو comfortable کرے گی، اس پر پیسے لگائے گی کیونکہ آپ نے پچھلے دور میں پیسے نہیں لگائے اور اب پھر پیسے مانگ لئے، ہم اس لحاظ سے بجٹ میں تقریر کر رہے ہیں تو پھر آپ پچھلے پیسے ختم کر دیں۔ پولیس کی گاڑی خراب ہوتی ہے تو وہ عوام کے چندے سے ٹھیک ہوتی ہے، پولیس کی گاڑی میں جو پٹرول ڈلتا ہے وہ عوام کی جیبوں سے نکلنے والے چندے سے ڈلتا ہے۔ تھانوں کے اندر جو کلی پینٹ ہوتا ہے وہ عوام کی جیبیں کاٹ کر کیا جاتا ہے کیونکہ پیسا اوپر سے چلتا ہے لیکن نیچے نہیں آتا وہ اوپر ہی ختم ہو جاتا ہے۔ جب آپ چھوٹے گریڈ کے بندے کو بڑے گریڈ پر لگاتے ہیں تو وہ آپ کو خوش کرنے کے لئے آپ کے کام کرتا ہے اور اپنے پیٹ کو پالنے کے لئے، اپنی جیب کو بھرنے کے لئے مرضی کے کام کرتا ہے۔ جب آپ میرٹ کو ملحوظ خاطر نہیں رکھیں گے تو پھر آپ کے ساتھ یہی سلوک ہوگا۔

جناب سپیکر! میں ایک بات جو یہاں پر کہنا چاہتا ہوں جو شاید ایوان کے اندر بہت کم استعمال ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ لاہور کی پولیس میں بہت اچھے آفیسر بھی ہیں لیکن اس پولیس کے اندر قبضہ مافیا، منشیات فروش، جرائم کرانے والے، جرائم کو support کرنے والے ابھی بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ پانچ پانچ باری dismiss ہوئے اور اس کے بعد پھر سیٹوں پر آ گئے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ وزیراعلیٰ صاحب نے نعرہ لگایا کہ تھانہ کلچر کو بدلیں گے ہم بھی ان کے ساتھ ہیں، ہم بھی چاہتے ہیں کہ

تھانہ کلچر کو بدلہ جائے۔ کیا ان غنڈوں کی موجودگی میں، کیا ان کرپٹ پولیس افسران کی موجودگی میں جو لوگوں کے مکانوں، پلاٹوں پر قبضہ کرواتے ہیں، جو منشیات بیچتے ہیں، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ تھانہ کلچر کو ٹھیک کریں گے؟ وہ تو آپ کو ٹھیک کر رہے ہیں۔ وہ آپ کی ضرورت بنتے جا رہے ہیں۔ جب آپ تھانہ کلچر کو تبدیل کرنے کا نعرہ لگاتے ہیں تو پھر آپ کو سب سے پہلے پولیس کے اندر گھسی ہوئیں کالی بھیڑوں کے خلاف ایکشن لینا پڑے گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر آپ پولیس کے اندر بیٹھی کالی بھیڑوں کے خلاف ایکشن نہیں لیں گے اور یہ سوچتے رہیں کہ ہم نے ان کو کسی بڑے واقعہ کے سامنے کھڑا کرنا ہے کیونکہ وہ کھڑے ہو سکتے ہیں لیکن جو ایماندار افسر ہے وہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے محمد علی نیکو کارا کو باہر نکال پھینکا کیونکہ اس نے آپ کا حکم نہیں مانا تھا۔ جس نے اسلام آباد کے اندر کہا کہ میں یہ ایکشن نہیں کروں گا، یہ میری نظر میں ناجائز ہے آپ نے اس کو نوکری سے فارغ کر دیا اور اس کی اس طریقے سے تفتیش کی کہ حد کر دی۔ پتا نہیں اس پر کون کون سے ایکٹ لگا دیئے اور ادھر جس نے ماڈل ٹاؤن کے اندر آپ کا حکم مانا تھا اس کے ساتھ آپ نے کیا کیا ہے؟ جب تک آپ ان پولیس افسروں کو نکیل نہیں ڈالیں گے تب تک آپ کے معاشرے کے اندر امن وامان پیدا نہیں ہو سکتا چاہے آپ 10 ہزار ارب روپیہ امن وامان کے لئے رکھ لیں۔ میں چیلنج کے ساتھ کہتا ہوں یہاں پر لاء منسٹر صاحب بھی بیٹھے ہیں اور وزیر داخلہ بھی بیٹھے ہیں اگر آپ انٹیلی جنس کی رپورٹوں کے مطابق پولیس کی تمام کالی بھیڑوں کی لسٹ نکالیں اور وزیر اعلیٰ صاحب اعلان کریں کہ جس کے کپڑوں پر اس طرح کے کوئی داغ ہیں اس کو فیلڈ پوسٹنگ نہیں دی جائے گی پھر ہم کہیں گے کہ آپ نے بجٹ کا صحیح استعمال کیا ہے۔ اگر آپ ان کالی بھیڑوں کو اپنے ڈیپارٹمنٹ سے نہیں نکالیں گے تو پھر یہاں پر امن وامان ٹھیک نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر! میں یہاں ایک اور بات کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ سپیشل برانچ جس کا بنیادی کام ہی یہ ہے کہ وہ internal سکیورٹی کے حوالے سے انفارمیشن collect کرتی ہے، ایجنسیوں کے ساتھ مل کر اپنی پولیس اور اپنی گورنمنٹ کو انفارمیشن دیتی ہے تاکہ ملک کے اندر internal سکیورٹی کے میکنزم کو بہتر کیا جائے۔ میں ترجیحات کے بارے میں بتانا چاہوں گا کہ آپ سپیشل برانچ سے کام کیا لے رہے ہیں۔ سپیشل برانچ نے کرنا کیا ہے اور آپ ان سے کروا کیا رہے ہیں؟ روزانہ کی بنیاد پر سبزی منڈی کے اندر سبزیاں کس بھاؤ بکتی ہیں یہ سپیشل برانچ کا کام ہے۔ لاگ بک جس کے ذریعے ان کی ڈیوٹیاں لگائی جاتی ہیں وہ میں نے دیکھی ہے کہ سپیشل برانچ کا فلاں بندہ سبزی منڈی جا کر ٹینڈے، آلو، پیاز اور ٹماٹر کی

قیمتوں کا روزانہ کی سطح پر جائزہ لے گا اور رپورٹ کرے گا۔ یہ internal سکیورٹی کے ادارے کو ہم نے فوڈ پر لگا دیا۔ جب وہ بار بار سبزی منڈی یا پھل منڈی میں جائے گا تو پھر وہ ایک کرپشن کا منبع ہو گا۔ جس دن مال کم آئے گا، جس دن سامان کم آئے گا، جس دن اشیاء کم آئیں گی اس دن قیمتیں بڑھ جائیں گی۔ Demand and supply کا جو concept ہے وہ جب disturb ہو گا تو پھر سپیشل برانچ والوں کا وہاں پر role زیادہ ہو جاتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ مل کر پیسے لیتے ہیں تاکہ آگے رپورٹ کر سکیں کہ جو آپ نے کہا تھا اس کے مطابق اشیاء فروخت ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر! رمضان بازار آ گیا۔ رمضان بازار کے اندر بھی سپیشل برانچ کی ڈیوٹیاں ہیں۔ اب آپ یہ مجھے بتائیں کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ سپیشل برانچ کا جو کام ہے۔ وہ internal سکیورٹی کا ہے لیکن ہم نے ان کی ڈیوٹیاں کہاں پر لگائی ہوئی ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ جب برسات آئی تو سیلابی ریلے آئے اور سیلاب آ گیا تو وہاں پر سپیشل برانچ کی ڈیوٹیاں، میٹرو بس شروع کی گئی تو start کے اندر جو ان کے باتھ رومز تھے، ان کے اندر جو پانی تھا اس کو ensure کرنے کا کام بھی سپیشل برانچ کو دیا گیا کہ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ باتھ رومز کے اندر پانی ہے یا نہیں ہے۔ یہ internal سکیورٹی والے ہیں جب آپ "جس کا کام اسی کو ساجھے" نہیں کرنے دیں گے تو پھر آپ کیا امید کرتے ہیں کہ جس کی جو ذمہ داری ہے کیا وہ اس کے مطابق کام کر سکے گا؟ پھر ڈینگی کے حوالے سے ان کی ڈیوٹیاں مختلف جگہوں پر لگا دی گئیں کہ آپ نے رپورٹ کرنی ہے کہ کس علاقے میں کیا ہو رہا ہے اور کیا نہیں ہو رہا؟ پھر ایک اور کام، کسانوں پر جو ظلم کیا گیا کہ fertilizer کی دکانیں جو دیہاتی ایریا میں بنی ہوتی ہیں جہاں پر کھاد یا fertilizer آتی ہے اس کو دیکھنا کہ متعلقہ دکاندار گورنمنٹ کے ریٹ کے مطابق بیچ رہا ہے یا نہیں؟ اس میں بھی سپیشل برانچ کی ڈیوٹی ہے۔ میرا خیال ہے کہ شاید یہاں ایوان کے مزاج کے مطابق یہ figures ٹھیک نہیں ہیں۔ میں کہہ رہا ہوں کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ملک کے حالات بہتر ہوں، ہمارے صوبے کے حالات بہتر ہوں، یہاں پر foreign انوسٹمنٹ آئے، یہاں پر ہمارے بچے محفوظ ہوں، یہاں پر روٹی سستی ہو اور یہاں پر لوگوں کی جان مہنگی ہو تو پھر آپ کو اپنا پولیس سسٹم ٹھیک کرنا پڑے گا لیکن اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ یہاں پر روٹی مہنگی ہو جائے اور انسان کی جان سستی ہو جائے تو جو سسٹم چل رہا ہے پھر اس کو چلنے دیں۔

جناب سپیکر! میں اگلی بات یہاں پر کرائم کے حوالے سے بیان کرنا چاہوں گا۔ یہاں پر پہلی بات یہ ہے جب کسی بندے کے ساتھ کوئی واقعہ رونما ہو جاتا ہے تو پہلے اس کی ایف آئی آر درج نہیں

ہوتی۔ پولیس کے اپنے statistics ہیں کہ جن کے مطابق انہوں نے اپنے وزیر اعلیٰ کو خوش کرنا ہے، آئی جی صاحب سے لے کر نیچے تک کیونکہ کیس کی رپورٹنگ نہیں ہوتی۔ وہ آپ کو بھی پتا ہے اور مجھے بھی پتا ہے۔ ہم سب کو پتا ہے کیونکہ ہم ایم پی ایز لوگوں کے representatives ہیں۔ ہم کو پتا ہے کہ لوگوں کی "ایف آئی آر" کا اندراج نہیں ہوتا۔ یاد رکھیں! اگر آج ہم ایم پی ایز اس لحاظ سے "ایف آئی آر" کا اندراج کروانے میں لوگوں کو support نہیں کرتے تو صوبے کی صورتحال بہتر نہیں ہوگی بلکہ صوبے کے حالات امن وامان کے حوالے سے نیچے کی طرف جائیں گے۔

جناب سپیکر! کرائم کے حوالے سے 2015 کے figures اپریل 2014 تک کے figures سے زیادہ ہیں۔ اگر good governance کی صورتحال صوبے کے اندر اتنی ہی اچھی ہے تو پھر اس چیز کو آپ نے Net پر کیوں ڈالا ہے یا آئی جی صاحب کے دفتر سے جو رپورٹ ملی ہے اس کے مطابق کرائم کا گراف دن بدن اوپر کی طرف جا رہا ہے اور نیچے کی طرف نہیں آ رہا۔ اگر میں یہاں پر figures پڑھنی شروع کروں تو کافی دیر ہو جائے گی لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہوں گا کہ اس ایوان کو چاہئے کہ آزادانہ "ایف آئی آر" کے اندراج کے لئے ہم حکومت کے ساتھ ملیں اور پولیس کے ساتھ مت ملیں۔ جب کسی کے ساتھ ڈکیتی کی واردات ہوتی ہے تو "ایس ایچ او" یہ کہتا ہے کہ آپ مہربانی کر کے چوری کی واردات لکھوا لیں اور آپ ڈکیتی کی واردات نہ لکھوائیں۔ وہ لوگ بے چارے مجبور ہو جاتے ہیں جن کی نہیں سنی جاتی اور وہ پیسے دے کر cases کا اندراج کرواتے ہیں اور جن کی نہیں سنی جاتی وہ گھر بیٹھ جاتے ہیں۔ اب پولیس پر لوگوں کا اعتماد بحال نہیں ہو رہا۔ پھر کچھ ایسے واقعات ہوئے کہ جس کی بناء پر میں آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ ہمارا اپنی پولیس پر اعتماد کیوں اٹھ گیا ہے؟ جب پولیس عام طور پر قانون شکن گینگ کی شکل اختیار کرے گی تو پھر جو تفصیلات میں نے تھوڑی دیر پہلے آپ کے سامنے بیان کی ہیں ان سے آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کس طرح سے پولیس کے اندر وارداتیے، قبضہ گروپ مافیا اور منشیات فروش بڑی بڑی سیٹوں پر لاہور میں بیٹھے ہوئے ہیں---

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر وسیم اختر صاحب کافی دیر سے آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! بڑے بھائی ہیں، ضرور دیکھنا چاہئے۔ غور سے دیکھنے کی چیز بار بار دیکھیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! پھر ادارہ منہاج القرآن پر جو پولیس گردی ہوئی جس کے نتیجے میں چودہ افراد کا قتل ہوا آج تک اس کی رپورٹ سامنے نہیں آسکی۔ ڈسکہ کے اندر پولیس کی درندگی اور وحشیانہ پن کھل کر

سامنے آیا لیکن آپ نے صرف ایک مقدمہ درج کیا اور اس کے بعد اس چیز کو بند کر دیا گیا۔ یوحنا آباد میں اتنا بڑا واقعہ ہو گیا وہ پولیس کی نااہلی کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اسی طرح راولپنڈی کے اندر دو بھائیوں کا سر عام قتل کیا گیا۔ ہمارا دین تو یہ کہتا ہے کہ جس نے ایک انسان کو قتل کیا اس نے پوری انسانیت کا قتل کیا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، اطلاع عرض ہے کہ تمام مرد و خواتین ممبران اسمبلی بشمول اپوزیشن کے معزز ممبران اسمبلی بشمول آفیسرز آف دی ہاؤس اور سرکاری گیلری کے آفیسران کی افطاری کے لئے اسمبلی کیفے ٹیریا میں بندوبست کیا گیا ہے آپ بھی وہاں پر تشریف لائیں گے جبکہ معزز خواتین ممبران کے لئے کمیٹی روم (بی) میں افطاری کا بندوبست کیا گیا ہے۔ پریس کے نمائندگان کی افطاری کا بندوبست ان کے میڈیا کیمپ میں کیا گیا ہے جبکہ پنجاب اسمبلی اور دیگر سرکاری ملازمین کے لئے دربار گیٹ کے ساتھ بندوبست کیا گیا ہے۔ شکریہ

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! افطاری کے بعد بھی اجلاس جاری رہے گا؟

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، نہیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! شکریہ۔ معزز وزیر اعلیٰ پنجاب 90 روز میں میگا پراجیکٹ کی تکمیل کے بہت بڑے دعویدار ہیں لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے طویل ترین عرصہ اقتدار کے باوجود پولیس کلچر کو تبدیل کرنے میں بری طرح ناکام رہے ہیں۔ بارہا پولیس کلچر تبدیل کرنے کے جھوٹے دعوے سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھا دیئے گئے۔ میں صرف لاہور کے تھوڑے سے figures بیان کر کے اپنی بات کو سمیٹ دوں گا۔ ہمارے لاہور شہر میں تقریباً لگ بھگ کوئی 84 تھانے ہیں، 84 تھانوں میں فی تھانہ 20 سے 24 کانسٹیبل نہیں ہیں اور ان کی نفری کم ہے۔ اس میں 304 ہیڈ کانسٹیبل نہیں ہیں، چار اے ایس آئی اور دو کے قریب سب انسپکٹر کم ہیں۔ جب آپ تھانوں کے اندر نفری پوری نہیں کریں گے، آپ ساری نفری کو اپنے خاندان کے پروٹوکول کے لئے لگا لیں گے، آپ رائیونڈ جاتی ہوئی سڑکوں کو نو گو ایریا بنا دیں گے اور آپ ماڈل ٹاؤن کی جاتی سڑکوں کو نو گو ایریا بنا دیں گے تو پھر آپ کو کہیں پر دو بیریئر لگے نو گو ایریا نظر آتا ہے لیکن آپ کو جاتی امرا اور H-block جاتی ہوئی سڑکیں نو گو ایریا نظر نہیں آتی؟ پنجاب بھر کی پولیس آپ کے ہاں depute کر دی گئی ہے، اچھے اچھے آفیسر نکال کر اپنی اولادوں کے ساتھ سکواڈ میں لگا دیئے ہیں تو پھر عوام کا پرسان حال کون ہو گا اور کون ان کو پوچھے گا؟ یہ حقیقت پر مبنی باتیں ہیں

حکومتی بنچوں میں بیٹھے معزز ممبران اپنے کانوں میں چاہے روئی لے لیں لیکن یہ سچ پر مبنی باتیں ہیں۔ آج اگر ہم اپنا حق نہیں مانگیں گے کل حق نہیں ملے گا۔

جناب سپیکر! آخری بات جو میں کہہ کر آپ سے اجازت چاہوں گا وہ یہ ہے کہ پولیس کا جو اتنا بھاری بھر کم بجٹ رکھا گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح میں نے پہلے بیان کیا ہے کہ پولیس اپنا فنڈ خود اکٹھا کر لیتی ہے ان کے پاس منشیات فروش بھی ہیں قبضہ گروپ بھی ہیں سارا کچھ موجود ہے۔ جب فنڈ ان کے اپنے ہو جاتے ہیں تو اس چیز سے نکلنے کے لئے اس فنڈ کو ختم کر دیا جائے اور کسی بہتر مقصد جیسے تعلیم یا صحت پر لگا دیا جائے۔ آپ کا بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: ڈاکٹر صاحب! روزے کا ٹائم ہو گیا ہے اگر آپ پانچ منٹ میں wind up کر دیں تو آپ کی مہربانی ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب! پھر کل پر ہی نہ رکھ لیا جائے؟

ڈاکٹر سید وسیم اختر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کرنل صاحب نے بھی کل میرے خیال میں wind up کرنا ہے، پانچ سات منٹ میں بات کر لیتا ہوں باقی پھر کل بات کر لیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: پانچ منٹ بات کر لیں۔

ڈاکٹر سید وسیم اختر: جناب سپیکر! بہت ساری باتیں میں اس لئے نہیں کرنا چاہتا کہ یہ سب ہم face کر رہے ہیں، عوام بھی face کر رہی ہے اور ہم عوام کے نمائندے ہیں ہم اس کو بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ اگر میں بہت زور و بیاں میں عرض کروں گا تو پھر بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ اپوزیشن تنقید کر رہی ہے اور بے جا تنقید کر رہی ہے۔ میں بہت ہی ادب سے اور درد مندی سے یہ درخواست کروں گا کہ جو کچھ بھی میں کہوں گا وہ کسی تنقید برائے تنقید یا گورنمنٹ کو led down کرنے کے لئے نہیں کرنا چاہتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ پولیس کے کلچر کو بہتر کرنا چاہتی ہے اور ہمارے شجاع خانزادہ صاحب جو وزیر داخلہ ہیں، ان سے off the record discussion ہوتی رہتی ہے یہ بھی اس پر اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہیں، ہم سب اس تشویش کے اندر برابر کے شریک ہیں لیکن میں اپنے آپ سے بھی پوچھتا ہوں ان سے بھی یہ پوچھتا ہوں کہ دو سال تو اب ہو گئے ہیں، یہ اب تیسرا بجٹ ہے۔ کوئی جوہری تبدیلی پولیس کلچر کے اندر رونما نہیں ہوئی ہے۔ عوام ایک مشکل کے اندر ہے اس کا مل بیٹھ کر کوئی حل نکالنے کی ضرورت ہے بلاشبہ ماضی کے اندر پولیس کی جو بھرتیاں ہوتی تھیں اور یہی regime جو اس وقت برسر اقتدار ہے میاں محمد نواز شریف ہیں، میاں محمد شہباز شریف ہیں، میں نے 1988 سے 1990 کا دور دیکھا ہے اس میں ایم پی ایز صاحبان کو سپاہیوں کے لئے، ٹیچرز کے لئے، پٹواریوں کے

لئے اور نائب تحصیلداروں کے کوٹے الاٹ ہوئے تھے۔ ٹھیک ہے وہ وقت گزر گیا اب اس بات پر میں خوشی کا اظہار کرتا ہوں کہ میاں محمد شہباز شریف نے پولیس کی inductionمیں teachersکی inductionکے اندر سفارش کو ختم کیا ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس کے اندر انہوں نے کوئی کوٹا سسٹم نہیں ڈالا، اس بات کی میں تحسین کرتا ہوں، جو ٹھیک بات ہے وہ ٹھیک بات ہے لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ جو inductionاب ہو رہی ہے اس کے ذریعے سے بھی کوئی بہتری کی توقع رونما نہیں ہو رہی۔ میں بہاولپور کے اندر ایک آفیسر جو وہاں پر ایس ایس پی رہے، ڈی پی او رہے یہاں لاہور میں ڈی آئی جی ہیڈ کوارٹر بن گئے۔ میں ایک کام کے سلسلے میں ان کے پاس گیا تو ان سے اس موضوع پر بات ہو رہی تھی، ان کے علاج سے ان کے diagnosisسے شاید ایوان اتفاق نہ کرے یا میں بھی نہ کروں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ یہ کلچر کب ختم ہوگا؟ ڈی آئی جی ہیڈ کوارٹر تھے کیونکہ وہ uprightآدمی تھے کہنے لگے ڈاکٹر صاحب بات یہ ہے کہ off the recordبیٹھے ہیں آپ نے کہیں میرا نام لے کر اس کو quoteنہیں کرنا۔ کہنے لگے یہ پورا department cancerousہو گیا ہے۔ اب اس نے چھوٹی موٹی دوائیوں سے ٹھیک نہیں ہونا اس کے اندر سرجیکل آپریشن کی ضرورت ہے، اس نے کہا میں آپ کی خدمت کے اندر بالکل دردمندی کے ساتھ یہ بات عرض کر رہا ہوں کہ آپ ایک دن فیصلہ کر لیں اور Right from IG to Police Constable.سب کو آپ جبری ریٹائرڈ کر دیں، پانچ چھ مہینے میں آپ نئی force developکریں، اچھی تنخواہیں دیں، ان کے duty hoursٹھیک کریں، ان کو پوری سہولیات دیں اور چھ مہینے میں پنجاب مرتا نہیں ہے کچھ نہیں ہوتا لوگ اپنا بندوبست اس حوالے سے خود کر لیں گے۔ یہ ان کی ایک تجویز تھی لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو پولیس کلچر ہے، افطاری کا ٹائم ہو گیا ہے میں یہ عرض کروں گا کہ ان کی اپنی مشکلات ہیں duty hoursٹھیک نہیں ہیں، سہولیات نہیں ہیں، دو دو گھر ہر ایک کو maintainکرنے ہوتے ہیں کیونکہ تبدیلی بار بار ہوتی ہے پورا گھر بار شفٹ نہیں ہوتا، بچے تعلیم حاصل کر رہے ہوتے ہیں ان کو بار بار آپ دوسری جگہ پر داخل نہیں کرا سکتے۔ ان کی اپنی بے شمار اس حوالے سے مشکلات ہیں لیکن جو عوام کی مشکلات ہیں وہ اپنی جگہ موجود ہیں اور میں نے پہلے بھی یہ بات عرض کی کہ کوئی بھی فرد جب تھانے کے اندر داخل ہوتا ہے، چاہے وہ مدعی ہے چاہے وہ ملزم ہے پولیس کے نزدیک وہ سائل ہوتا ہے اور پولیس کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ تھانے میں اس کی جیب میں سے کتنے پیسے نکل سکتے ہیں اور جتنے پیسے نکلتے ہیں اس حوالے سے انصاف کا قلم مڑتا جاتا ہے۔ پورا کا پورا

جوڈیشل سسٹم بھی جو کم از کم، ہمارا فوجداری نظام ہے وہ پولیس کی ایف آئی آر پر depend کرتا ہے، اس کا جو اندراج ہے وہ جس طرح سے ہوتا ہے وہ میرے اور آپ کے سامنے ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت جو جرائم کی دنیا کے اندر induction ہو گئی ہے، اس میں پڑھے لکھے بے روزگاروں کی بھی induction ہو گئی ہے، اس کو cater کرنے کی پولیس کے اندر capacity نہیں ہے۔

جناب سپیکر! بار بار دوست احباب کہہ رہے ہیں کہ میں wind up کروں، میں یہ عرض کروں گا کہ افطاری کا ٹائم ہو گیا ہے ایک آدھا منٹ رہ گیا ہے، میں اپنی اس گفتگو کو discontinue کرتا ہوں اور دو چار باتیں میری جو رہ گئی ہیں، صبح چونکہ کرنل صاحب نے wind up بھی کرنا ہے اس لئے میں اپنی دو چار باتیں صبح تین چار منٹ کے اندر کرتے ہوئے اپنی گفتگو کو ختم کروں گا۔ بہت مہربانی، بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: میرے خیال میں افطاری کا ٹائم ہو چکا ہے۔ محترمہ نے بھی بات کرنی ہے، آپ بھی پھر کل تک اس کو رکھ لیں۔

وزیر تحفظ ماحول / داخلہ (کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ): جناب سپیکر! ٹھیک ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اب اجلاس کل بروز منگل مورخہ 23۔جون 2015 صبح 10:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔